ماہنامہ
نعت
لاہور
ہجرت حبشہ
مئی 1998ء

جلد ۱۱ مئی ۱۹۹۸ء شمارہ ۵

ہجرتِ حبشہ

ایڈیٹر: راجا رشید محمود

ڈپٹی ایڈیٹر:
شہناز کوثر
اظہر محمود

مینیجر: اختر محمود

مشیرِ خصوصی:
چوہدری رفیق احمد باجوہ
ایڈووکیٹ

قیمت
۱۵ روپے (عام شمارہ)
۶۰ روپے (اشاعتِ خصوصی)
۲۰۰ روپے (زرِ سالانہ)
عرب ممالک کے لیے: ۱۰۰ ریال

پرنٹر: حاجی محمد نعیم کھوکھر۔ جیم پرنٹرز۔ لاہور
پبلشر: راجا رشید محمود
کمپیوٹر کمپوزنگ: نعت کمپوزنگ سنٹر
خطاط: منظر رقم
بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید۔ بک بائنڈنگ ہاؤس، ۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور

اظہر منزل۔ مسجد سٹریٹ نمبر ۵۔ نیو شالا مار کالونی۔ ملتان روڈ
لاہور (پاکستان) پوسٹ کوڈ ۵۴۵۰۰
فون ۷۴۶۳۶۸۴

ہجرتِ حبشہ

شہناز کوثر

فہرست

دیباچہ

ہجرتِ حبشہ، سیرتِ حضورِ اکرم ﷺ کا ایسا پہلو ہے جس کی طرف اہلِ سِیَر نے کم توجّہ دی ہے۔ بعضوں نے تو سرے سے اس کا ذکر ہی نہیں کیا۔ جنھوں نے ذکر کیا ہے، انھوں نے بھی ایک آدھ پیرے یا دو چار صفحوں میں بات لپیٹ دی ہے۔ اِکّادُکّا سیرت نگار وہ ہیں جنھوں نے اس پہلو کو اہمیّت تو دی ہے لیکن تحقیق و تفحُّص کی وادی میں قدم نہیں رکھا، محض روایات جمع کردی ہیں۔ البتہ مواد جمع کرنے کے اعتبار سے سیّد ابُوالاعلیٰ مودودی اور استنباطِ نتائج کے حوالے سے سید مرتضیٰ حسین فاضل کی تحریریں لائقِ اعتنا ہیں۔

ہجرتِ حبشہ محض سرکارِ دوعالم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں پیش آنے والا ایک واقعہ نہیں ہے۔ اسے وسیع تر تناظُر میں دیکھنا ہو گا۔ ہجرت کے اسلامی تصوُّر کی اساس یہی ہے۔ اسلام میں جہاد کے اُس رُخ کی تصویر کشی حبشہ ہی کے حوالے سے کی جا سکتی ہے جس کا تعلّق مظلومیت یا پناہ گزینی سے نہیں، بلکہ اسلام کے نفوذ و رواج کے وسیع تر مقصد کے لیے تیار ہونے سے ہے۔ ہجرتِ حبشہ کا دوسرا پہلو اسلام کی ہمہ گیری اور آفاقیت کے اظہار کے سلسلے میں پہلا قدم اٹھانا ہے۔ اسی کی وجہ سے ایک خطّے کے بادشاہ نے اسلام کی حقّانیت کو تسلیم کیا اور اسلام کی دعوت کو دور دراز کے علاقوں تک پہنچانے کے عمل کا آغاز ہُوا۔

ہجرتِ حبشہ میں حضور رسولِ اکرم ﷺ کی رسالت کی سچائی اور آپ ﷺ کی فراست و دانائی کے بہت سے پہلو پوشیدہ ہیں۔ اگرچہ سرکار ﷺ نے خود حبشہ کی طرف ہجرت نہیں فرمائی لیکن جو کچھ ہُوا، آپ ﷺ کے ایما سے ہُوا۔ اس کے اثرات حضور ﷺ کی نگاہ میں تھے۔

سبھی سیرت نگار ہجرتِ حبشہ کو مظلومیت کے نشان کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ مفروضہ درست نہیں۔ اور مہاجرینِ حبشہ کُفّار کے ظلم و ستم سے ڈر کر، چوری چھپے عازمِ سفر نہیں ہُوئے تھے۔

خدا کرے، ہجرتِ حبشہ کے بھولے بسرے موضوع پر ہماری یہ کاوش بارگاہِ مُصطفوی (ﷺ) میں پذیرائی کا شرف پالے۔ کہ صرف یہی مقصود ہے۔

ش۔ ک

حبشہ

کتبِ سیرت میں حبشہ کے بارے میں ضروری معلومات نہیں ملتیں۔ حبشہ کو آج کل ایتھوپیا یا ابی سینیا کہا جاتا ہے۔ یہ مشرقی وسطی افریقہ کی ایک قدیم عیسائی سلطنت ہے۔ جس کی آبادی ۱۹۸۷ میں شائع ہونے والے انسائیکلو پیڈیا کے مطابق ساڑھے تین کروڑ ہے اور رقبہ چار لاکھ ستاون ہزار مربع میل (۱) عدیس ابابا دارالحکومت ہے۔ فیروز سنز کے شائع کردہ انسائیکلو پیڈیا میں ہے: یہ سلطنت بحیرہ قلزم سے ملی ہے۔ مشرق میں فرانسیسی سومالی لینڈ اور جمہوری سمالی لینڈ، جنوب میں جمہوریہ سمالی لینڈ اور کینیا اور مغرب میں سوڈان کی جمہوری حکومت ہے۔ بلند سطح پر واقع ہے۔ ندی، نالے اور پہاڑ بہت ہیں۔ عدیس ابابا سے جبوتی تک ریلوے لائن چلی گئی ہے جو خلیج عدن کی اہم بندرگاہ ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اس سلطنت کی بنیاد کب پڑی۔ تاہم اندازہ ہے کہ ایک ہزار سال قبل مسیح یہاں حکومت قائم ہوئی۔ ..... رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مکہ سے مسلمان ہجرت کر کے اس ملک میں پناہ گزین ہوئے تھے اور اس وقت کے شاہِ حبشہ (نجاشی) نے ان سے اچھا سلوک کیا تھا۔ (۳)

اردو جامع انسائیکلوپیڈیا کے مطابق "روایتاً" ایک ہزار سال قبل مسیح کے قریب، حضرت سلیمانؑ کے بڑے بیٹے نے جو سبا کی ملکہ کے بطن سے تھا، اس کی بنیاد رکھی لیکن دستاویزوں سے صرف پہلی صدی عیسوی تک حبشہ کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔ چوتھی صدی میں اس کے حکمران نے قبطی مسیحیت اختیار کی۔ یہودیت غالباً" یمن سے آئی۔ مسلمانوں کا عروج ساتویں صدی عیسوی کے بعد ہوا مگر انھوں نے حبشہ کو بالکل نہ چُھوا"۔ (۴)

سید مرتضیٰ حسین فاضل ہجرتِ حبشہ کے ضمن میں لکھتے ہیں: حبشہ حجاز کے سمندر پار افریقہ کا براعظم (۵) ہے۔ بحرِ احمر کی موجودہ بندرگاہ سے کچھ دور جنوب میں شُعَیبَہ نامی بندرگاہ اس دور میں قافلوں کے اترنے کا اڈہ تھی۔ اس سے قریب ترین ساحل حبشہ کا تھا۔ مملکت کا دارالخلافہ اکسوم نامی شہر بتایا گیا ہے (۶) شاہ مصباح الدین شکیل نے محمد اجمل خاں اور ابوالکلام آزاد کے حوالے سے لکھا ہے: حبشہ جانے کے دو راستے تھے۔ کاروانوں کا برّی راستہ فلسطین سے مصر اور پھر حبشہ کو جاتا تھا۔ بحری راستہ سے کشتیاں جدّہ (شُعَیبَہ) سے چلتیں اور باب المندب سے ہوتے ہوئے حبشہ کی کسی بندرگاہ میں پہنچ جاتیں۔ دارالسلطنت اکسوم سے قریب بندرگاہ کا نام ادولس تھا۔ (۷)

مرتضیٰ حسین فاضل نے بحرِ احمر کی موجودہ بندرگاہ کا نام نہیں لکھا اور مصباح الدین شکیل نے جدّہ اور شُعَیبَہ کو ایک قرار دیا ہے۔ اس سے جو غلط فہمی پیدا ہوتی ہے، اس کا ازالہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کے اس بیان سے ہو جاتا ہے: "نبی ﷺ کے عہدِ مبارک میں مکّہ کے لیے ساحل بحر شُعَیبَہ تھا۔ چنانچہ سن ۵ نبوت میں جو مہاجرین اول ملکِ حبش کو ہجرت کر گئے تھے، وہ بندرگاہ شُعَیبَہ ہی سے سوار ہوئے تھے۔ شُعَیبَہ، جدہ کے جنوب میں ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور اب چھوٹا سا گاؤں ہے۔ حضرت عثمان ذوالنّورین رضی اللہ عنہ نے جب جزائر بحری کے فتح کا ارادہ فرمایا تو..... سن ۲۷ ہجری میں جدہ کو بندرگاہ مقرر کیا گیا (یہ شُعَیبَہ کی نسبت مکّہ سے قریب تر بھی ہے اور چٹانوں کے لحاظ سے زیادہ محفوظ اور پانی کے اعتبار سے زیادہ گہرا ہے۔" (۸) پروفیسر عبدالرحمان عبد نے دمشقی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جدّہ بحرِ احمر پر ایک اہم بندرگاہ ہے جہاں ہند، حبش، سوڈان، مصر اور یونان سے جہاز آتے ہیں۔ (۹)

"اکسوم" کے بارے میں اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ میں ہے۔ "اکسوم کا ذکر پہلی بار قریب قریب ہم عصر جنوبی عربی اور یونانی ماخذ میں آتا ہے۔ یہ ایک خوشحال تجارتی مرکز تھا۔ اس پر ایک بادشاہ زو سکلیس کی حکومت تھی اور اپنی بندرگاہ ادولس (Adulis) کے ذریعے اس کے عرب اور مصر سے روابط قائم تھے...... ایزانا کو بلا خوفِ تردید اکسوم کا

سب سے بڑا حکمران کہا جا سکتا ہے۔ اس نے عیسائیت کو سرکاری مذہب بنایا جسے تقریباً ۳۳۰ء میں فرومنطیس نے اکسوم میں متعارف کیا تھا۔ (۱۰) ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے "اس زمانے میں اکسوم حبش کا دارالحکومت تھا جو آج بھی ایک معمولی بستی کے طور پر حبش کے شمالی و مشرقی گوشے میں موجود ہے۔ اہلِ حبش نے ۱۸۹۵ء میں عدوا کے مقام پر اطالویوں کو شکست فاش دی تھی۔ اکسوم عدوا کے قریب ہے۔ بعد میں عدیس ابابا دارالحکومت بنا کیونکہ وہ زیادہ مرکزی مقام تھا۔ (۱۱)

سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ میں ہے۔ "اس وقت کے نجاشی حکمرانوں کا نام اصحمہ تھا۔ ابنِ اسحاق نے "مصحمہ" لکھا ہے۔ عربی زبان میں یہ لفظ عطیہ کے ہم معنی ہے"۔ (۱۲) میرا خیال ہے، اس عبارت میں "حکمران" کے بجائے کتابت کی غلطی سے "حکمرانوں" لکھا گیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ "حبشہ کا حکمران نجاشی کہا جاتا ہے، ان دنوں اصحمہ نامی نجاشی فرمانروائی کر رہا تھا"۔ (۱۳)۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ میں کئی نجاشیوں کا ذکر ملتا ہے مثلاً یہ کہ نجاشی عزبہ نے حُمَیری حکمران کا ساتھ دیا تھا۔ اور ۵۲۵ء میں شہنشاہ جسٹن نے نجاشی کالیب سے جنوبی عرب کے خلاف وہاں کے مظلوم عیسائیوں کی حمایت میں کارروائی کرنے کو کہا۔ (۱۴) اس میں اصحمہ کا نام الاصحم بن ابجر تحریر ہے اور لکھا ہے کہ ابجر Ella Gabaz کی بگڑی ہوئی شکل ہے جس کے سکّے معروف ہیں۔ (۱۵)

اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ میں حبشہ کے بارے میں جو معلومات دی گئی ہیں، ان کے کچھ حصے قارئین کی نذر کیے جاتے ہیں: عربی میں حبشہ کا اطلاق حبشہ (Ethiopia) کے باشندوں اور ملک دونوں پر ہوتا ہے اور بعض اوقات براعظم افریقہ کی مشرقی خاکنائے پر بھی کیا جاتا ہے...... دسویں صدی عیسوی کے اختتام پر مسلمان اس کی سرحدوں پر چھاتے جا رہے تھے لیکن مسلمانوں نے اس حسن سلوک کے پیشِ نظر جو اس ملک نے ابتدائی صحابہؓ کے لیے روا رکھا تھا، اس علاقے کو اپنے دائرہ فتوحات میں نہ لیا ..... عرب مصنف اکثر لفظ حبشہ اتنا ہی مبہم طور پر استعمال کرتے ہیں جتنا مبہم ازمنۂ قدیم و

متوسط کے یورپ میں لفظ اتھیوپیا استعمال ہوتا تھا۔ یعنی تقریباً نیم صحرائی افریقہ کے آبادی کے قابل زراعت حصے کے لیے۔ اس کی مشرقی حد بحرِ قلزم اور بحرالزنج کو سمجھا جاتا تھا اور اس کی شمالی حد وہ صحرا قرار پاتی تھی جو اسے مصر سے الگ کرتا ہے۔ الادریسی اسے افریقہ کی قابل زراعت آخری جنوبی حد تک بڑھاتا ہے۔..... الدمشقی حبشہ کے چھے خاندانوں کا ذکر کرتا ہے۔ شیخ عبداللہ الزیلعی حبشہ میں سات مسلم ریاستوں کی ایک فہرست دیتا ہے...... ہرر کو حبشہ میں اولین اسلامی شہر ہونے کی حیثیت حاصل ہوئی۔ (۱۶)

حبشہ کی معیشت و معاشرت

حبشہ افریقہ کے نیم صحرائی علاقے کا قابلِ زراعت حصہ تھا اور اہلِ عرب کے حبشہ کے ساتھ قدیم تجارتی تعلقات تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے پردادا (حضرت) ہاشم کو قیصرِ روم نے تجارتی کاروان شام لانے کا پروانہ دیا تھا اور اپنے زیرِ اثر فرمانروائے حبش کے نام سفارشی خط بھی لکھا تھا۔ قریش کے تجارتی مال پر ٹیکس نہ لینے کا فرمان حاصل کرنے کے بعد کاروان حبشہ بھی جانے لگے۔ (۱۷) سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھتے ہیں کہ حضرت ہاشم ایک بار حبشہ گئے تھے، وہاں کے حاکم نجاشی سے ملاقات کے نتیجے میں قریش کو کچھ تجارتی مراعات دلوائی تھیں اور سامانِ تجارت پر ٹیکس معاف کروایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہاشم اور ان کی اولاد کی وہاں رسائی تھی۔ اس کا ایک ثبوت حضرت ابو طالبؓ کے وہ خط ہیں جو انھوں نے شاہِ حبشہ کو لکھے تھے۔ (۱۸) لیکن طبقاتِ ابنِ سعد، میں ہے کہ حضرت ہاشم ایک سفر تو (ہر سال) جاڑوں میں کرتے تھے جس میں یمن و حبشہ تک جاتے۔ حبشہ میں اس کے فرمانروا نجاشی کے پاس پہنچتے جو ان کی بزرگ داشت کرتا اور انھیں عطیات دیتا۔ (۱۸۔ الف) اردو انسائیکلو پیڈیا میں ہے کہ حبشہ میں ندی، نالے اور پہاڑ بہت ہیں۔ گرمیوں میں بارش خوب ہوتی ہے جس کی وجہ سے قہوہ اور کپاس پیدا ہوتی ہے۔ کافی، شہد اور چمڑہ بھی باہر بھیجا جاتا ہے۔ نیز ہاتھی دانت اور گوند بھی برآمد ہوتی ہے۔ (۱۹) اردو جامع انسائیکلو پیڈیا میں قہوہ، سونا، اجناس اور کھالوں کو حبشہ کی

برآمدات بتایا گیا ہے (۲۰) جبکہ شاہ مصباح الدین شکیل نے لکھا ہے کہ کاروانِ قریش عموماً چمڑے، گوند، لوبان، اونی کپڑے اور قبائیں بیچنے لے جاتے اور ان کے بدلے غلّہ حاصل کرتے۔ (۲۱)

ہجرتِ حبشہ کے ذکر میں حضورِ اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کیا جاتا ہے کہ سرزمین حبشہ پر ایسا بادشاہ حکمران ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ ہمارے آقا و مولا ﷺ کے اس ارشادِ مبارک سے یہ ثابت ہوگیا کہ نجاشی اصحمہ / اصحم عادل حکمران تھا اور جب بادشاہ ایسا ہو تو رعایا میں بھی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہجرتِ حبشہ کرنے والے صحابۂ کرامؓ نے آقا حضور ﷺ کے ارشادِ گرامی کی حقانیت و صداقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مُلّا معین واعظ کاشفی کہتے ہیں۔ "جب اصحاب رسول ﷺ حبشہ سے واپس آئے تو انھوں نے وہاں کے باشندوں، خوشگوار آب و ہوا، لذیذ کھانوں، تر و تازہ میووں، جسم کی صحت اور بدن کی قوت کو تفصیل سے بیان کیا۔ انھوں نے بتایا کہ وہاں چار عبادت گاہیں ہیں جن کے لیے وہ قربانی کرتے ہیں، فقیروں کی دعوت کرتے ہیں اور غریبوں پر نوازشیں کرتے ہیں... حضرت عثمان بن عفانؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے متعلق نجاشی کی بے انتہا مہربانیاں اور اَن گنت احسانات تھے جو وہ ہمارے لیے کرتا تھا اور اس نے اپنی ساری توجہ ہمارے حفاظت اور دیکھ بھال پر لگا رکھی تھی۔ (۲۲)

ابنِ اسحاق نے اصحمہ / اصحم کو بادشاہی ملنے کی روایت یُونُس بنُ بُکَیر کے حوالے سے درج کی ہے جس میں ہے کہ اصحمہ نے حکومت سنبھالتے ہی اس تاجر کے ساتھ انصاف کا معاملہ کیا جس کے پاس اسے بیچ دیا گیا تھا اور اسی تناظر میں نجاشی نے کہا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے میری حکومت مجھے واپس دلائی تو مجھ سے رشوت نہ لی۔ (۲۳)

ابنِ اسحاق نے تو یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد عروہ بن زبیر کی روایت نقل کی کہ نجاشی نے یہ ساری گفتگو حضرت عثمان بن عفانؓ سے کی تھی اور پھر لکھا کہ نہیں، نجاشی نے ساری گفتگو حضرت جعفرؓ بن ابی طالبؓ سے کی تھی۔ (۲۴) لیکن شاہ مصباح الدین

شکیل نے یہ خیال کر کے کہ عمرو ابن العاص کے جواب میں حضرت جعفر طیارؓ نے اسلام
کی حقانیت کے سلسلے میں جو تقریر کی تھی، شاید عُروہ بن زُبیر نے اس کی تردید کی ہے اور
کہا ہے کہ یہ تقریر حضرت جعفرؓ کی بجائے حضرت عثمانؓ نے کی تھی، حضرت جعفرؓ کی تقریر
کے ضمن میں لکھ دیا "ابن اسحاق نے عُروہ ابن زبیر ابن عوّام کے حوالے سے لکھا ہے کہ
نجاشی سے ساری گفتگو حضرت عثمان ابن عفانؓ نے کی۔" (۲۵) ابن اسحاق نے حضرت عروہ
کی روایت کے خلاف جو لکھا ہے، شاہ مصباح الدین نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

صحیح صورتِ حال یہ ہے کہ نجاشی اصحمہ / اصحم کو بادشاہی ملنے کی روایت کے
بارے میں حضرت عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ یہ بات نجاشی نے حضرت عثمانؓ سے کی تھی
لیکن ابنِ اسحاق نے اس ذکر کے ساتھ ہی اس کی تردید بھی کر دی، کہ نہیں، نجاشی نے ہر
قسم کی گفتگو حضرت جعفرؓ ہی سے کی تھی۔ حضرت عروہ نے تقریر کے بارے میں کبھی نہیں
کہا کہ وہ حضرت جعفرؓ نے نہیں، حضرت عثمانؓ نے کی تھی اور عمرو ابن العاص کا
جواب اور نجاشی سے مکالمہ حضرت جعفرؓ کا نہیں تھا۔ ثبوت یہ بھی ہے کہ حضرت عروہ
بن زبیر نے اپنی کتاب "مغازیٔ رسولُ اللہ" میں خود حضرت جعفرؓ کا نجاشی کے دربار
میں خطاب اور مکالمہ درج کیا ہے۔ (۲۶)

حبشہ کی معاشرت کا ایک لائق تقلید پہلو یہ بھی سامنے آیا ہے کہ جب سیّدہ فاطمۃ
الزہرا رضی اللہ عنہا کا وقتِ آخر قریب آیا تو انھوں نے حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی
اللہ عنہا کو بُلایا اور وصیت کی کہ میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت پردہ کا پورا
لحاظ رکھنا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ میں نے حبشہ میں
دیکھا کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ایک ڈولے کی صورت بنا لیتے ہیں اور اس پر
پردہ ڈال دیتے ہیں۔ پھر حضرت اسماءؓ نے کھجور کی چند شاخوں سے ڈولا سا بنا کر حضرت
فاطمۃؓ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دکھایا جو انھوں نے پسند فرمایا۔ اور اسی طریقے سے ان کا جنازہ
اٹھایا گیا۔ (۲۷)

بخاری (کتاب المناقب) میں ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی

ہیں کہ حضرت اُمِّ حبیبہؓ اور حضرت اُمِّ سلمہؓ نے ہم سے اس گرجے کا ذکر کیا جو انھوں نے
حبشہ میں دیکھا تھا جس میں بہت سی تصویریں تھیں۔ پھر ہم نے اس کا ذکر نبی کریم
ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی مرجاتا تو
اس کی قبر سجدہ گاہ بنا لیتے اور اس کی تصویر اس میں نقش کر دیتے۔ (۲۸)

حبشہ سے حضورِ اکرم ﷺ کی واقفیت

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا خیال ہے کہ قرآن مجید میں سمندر کا نہایت مدقّقانہ تذکرہ
اور کشتیوں کے چلنے، طوفان اور خراب موسم سے دوچار ہونے اور سمندری مسافروں کے
پریشان ہونے کا نفسیاتی منظر، اور سب سے بڑھ کر بحری اصطلاحات وغیرہ کے طور پر بعض
حبشی الفاظ کا استعمال ------ یہ تمام اُمور بتاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے
اولین مکّی و حجازی مخاطب بحری سفر اور حبشی سمندر سے گہری واقفیت رکھتے تھے۔ اگر عربی
مؤرخوں پر اعتماد کیا جائے تو مکّی تاجر خود نجاشی سے شخصی تعارُف رکھتے تھے اور اس کے
دربار میں باریاب ہوتے تھے۔ (۲۹) شاید نبی کریم ﷺ کو بھی کبھی نبوّت سے پہلے
اس کا موقع پیش آیا ہو۔ اگرچہ سیرت نگار اور سوانح نویس اس بارے میں خاموش ہیں
لیکن جو شخصیت زیادہ تر اپنے تجارتی معاملات میں راست بازی کے باعث "الامین" کے
قومی خطاب سے مخاطب ہوتی ہو، جس نے نہ صرف یمن اور شام کا بلکہ بروایت امام احمد
ابنِ حنبل بحرین و عمان جیسے دور دراز ممالک کا خاصا تفصیلی سفر کیا ہو، اس سے یہ بات
اس زمانے میں عقلاً بعید نہیں معلوم ہوتی کہ حبشہ بھی گئی ہو، جہاں اس کے ہم وطن ہر
سال نہیں تو اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی کو حبشہ ہجرت
کو جاتے وقت جو تعارُفی خط عطا فرمایا تھا اور جس میں نجاشی کو واقفانہ انداز میں لکھا تھا کہ
"ان نو آمدوں کا مہمان نوازانہ استقبال کرے" وہ بھی اس گمان کو مزید تقویت پہنچاتا ہے۔
(۳۰) احادیثِ نبوی ﷺ میں بعض وقت آنحضرت ﷺ کی زبان سے چند
حبشی الفاظ بھی مروی ہیں۔ (۳۱) مثلاً حضرت اُمِّ خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جب میں حبشہ سے آئی تو چھوٹی سی بچی تھی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے مجھے اوڑھنے کے لیے دوپٹہ مرحمت فرمایا جس پر درختوں کی تصویریں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ ان پر اپنا دستِ مبارک پھیرتے رہے اور فرماتے جاتے "سناہ سناہ" حُمیدی فرماتے ہیں اس کا مطلب تھا "اچھی ہے اچھی ہے"۔ (۳۲) حبشہ میں اس کے معنیٰ خوشنما کے ہیں۔ (۳۳)

سیرتِ حلبیہ میں بھی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کے نجاشی کے نام مکتوبِ گرامی میں حضرت جعفرِ طیار رضی اللہ عنہ کے تعارف کے علاوہ مہاجرین کو حبشہ کی جانب رخصت کرتے ہوئے جو الفاظ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمائے' ان سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ حبشہ اور دربارِ حبشہ سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے۔ (۳۴) محمد احسان الحق سلیمانی' پروفیسر اختر راہی اور سید مہربان علی رضوی بھی ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی طرح کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ حبشہ کی طرف پہلے تجارتی سفر کر چکے تھے۔ (۳۵) محمد جعفر شاہ پھلواری البتہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ حبشہ کبھی نہیں گئے البتہ حبشہ کو ہجرت کے لیے انتخاب کرنے کو وہ حضورِ اکرم ﷺ کی بصیرت و فراست قرار دیتے ہیں۔ (۳۶)

نجاشی اصحمہ / اصحمؓ

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کہلاتے تھے۔ نجاشی عذبہ اور نجاشی کالیب کا ذکر بھی آ چکا ہے۔ ہجرتِ حبشہ کے وقت جو نجاشی حبشہ پر حکمران تھا' اس کا نام کتبِ سیرت میں اصحمہ بیان کیا جاتا ہے۔ شاہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں: "اس زمانے میں اکسوم حبش کا پایہ تخت تھا جو آج بھی ایک معمولی بستی کے طور پر ابی سینیا کے شمال مشرقی حصہ میں موجود ہے۔ بعد میں عدیس ابابا دارالحکومت بنا۔ اس وقت کے نجاشی حکمران کا نام اصحمہ تھا۔ ابنِ اسحاق نے "مصحمہ" لکھا ہے (۳۷) شیخ محمد رضا مصری کی کتاب میں "اصحمہ" درج ہے (۳۸) اولاد حیدر فوق بلگرامی نے بھی (۳۹) اور شاید ان سے استفادے کی صورت میں سیّد ظفر حسن امروہوی نے بھی "اصحمہ" ہی لکھا

ہے۔ (۴۰) بخاری شریف میں "اصحمہ" لکھا ہے۔ منقول ہے کہ نبیِٔ کریم ﷺ نے نجاشی کی وفات کے وقت فرمایا کہ نیک آدمی وفات پا گیا ہے۔ پس کھڑے ہو جاؤ اور اپنے بھائی اصحمہ پر نمازِ جنازہ پڑھو۔ (۴۱)

اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے کہ اس میں نجاشی کا نام "الاصحم بن ابجر" درج ہے جو سن ۹ ہجری میں فوت ہوا۔ یہاں خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ شاید یہ لفظ Ella Saham ہے (۴۲) پیر محمد کرم شاہ نے سیرتِ ابنِ کثیر کے حوالے سے "اصحم" ہی لکھا ہے۔ بہرحال نجاشی کا نام اصحمہ ہو گا یا اصحم۔ یہ بھی ہو سکتا ہے' دونوں طرح لکھا جا سکتا ہو۔ لیکن "اصحہ" درست معلوم نہیں ہوتا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے اس بادشاہ کے عدل کی تعریف فرمائی۔ صحابۂ کرامؓ نے حبشہ سے واپسی پر اس کے حسنِ سلوک کا ذکر کیا۔ کفار کے وفد کے الزامات سن کر اس نے جس طرح اہلِ اسلام کو وضاحت کے لیے کہا اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی گفتگو اور مکالمے کے بعد جس طرح اس نے مسلمانوں کی حمایت کا اعلان فرمایا اور کفارِ مکہ کو خائب و خاسر واپس لوٹنے پر مجبور کیا' پھر جس طرح وہ ایمان لایا۔۔۔۔۔۔ اور جس طرح اس کی وفات کے وقت ہمارے حضور ﷺ نے اس کے وصال کی خبر صحابۂ کرامؓ کو سناتے ہوئے اسے نیک آدمی اور صحابہؓ کا بھائی ارشاد فرمایا' اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی' اس سے نجاشی اصحمہ کی حق جوئی' حق پرستی' نیکی' بُردباری اور نیک کرداری اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے۔ نجاشی اصحمہ رضی اللہ عنہ کے حسنِ کردار کے بارے میں کئی باتیں مختلف ابواب میں سامنے آتی رہیں گی۔ یہاں ہم حضرت ابوطالبؓ کے ان چند اشعار کا ترجمہ نقل کرتے ہیں جو ابنِ ہشام نے اپنی سیرۃ النبی ﷺ کامل میں درج کیے ہیں۔ ان اشعار میں حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے:

"اللہ تعالیٰ آپ کو بدنامی سے بچائے۔ آپ کی ہستی عظمت اور شرافت کی حامل ہے۔ آپ کے سائے میں پناہ لینے والے کو محرومی نصیب نہ ہونی چاہیے۔ آپ کو علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی فضیلت دی ہے اور بہتری کے تمام ذرائع آپ کو

حاصل ہیں۔ آپ کی ذات لبریز کناروں والا دریا ہے جس سے دشمن اور دوست ' دونوں فیض پاتے ہیں۔" (۴۳)

ابو الجلال ندوی نے لکھا ہے کہ "عین بروزِ وفات خدا نے حضرت رسولِ خدا ﷺ کو اور آپ ﷺ نے مسلمانانِ مدینہ کو نجاشی کے جاں بحق ہو جانے کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے میدان میں نکل کر اپنے صحابہؓ کے ساتھ اس کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔ تاریخ اسلام میں پہلی غائبانہ نمازِ جنازہ یہی تھی۔ (۴۴)

ہجرتِ حبشہ کی وجہ

سیرت کی عام کتابوں میں اس ہجرت کا سبب یہی درج ہے کہ اہلِ اسلام پر کُفّارِ مکہ کی طرف سے سختیاں بڑھ گئیں تو حضورِ اکرم ﷺ نے انھیں جان و ایمان بچانے کے لیے حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ مثلاً شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی نے لکھا: "جب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کفّار کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا تو...." (۴۵)

قاضی سلمان منصور پوری لکھتے ہیں "جب کفّار نے مسلمانوں کو بے حد ستانا شروع کیا تو..." (۴۶) غلام ربّانی عزیز کہتے ہیں "حق و باطل کی آویزش میں شدت پیدا ہو گئی تھی۔ بے وسیلہ مسلمانوں کو اذیتیں سہتے اور تکلیفیں برداشت کرتے پانچ سال ہونے کو تھے...." (۴۷)

پیر محمد کرم شاہ کی تحریر دیکھیے: "رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب شمع توحید کے ان پروانوں پر کفر و شرک کے سرغنوں کے بے انداز مظالم دیکھے اور یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ ان مظالم میں آئے روز اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ نہ ان سنگ دل ظالموں کو ذرا ترس آتا ہے اور نہ دوسرے لوگوں میں رحمت و شفقت کا جذبہ بیدار ہو کر نجات کا باعث بنتا ہے اور نہ خود مسلمانوں میں اتنی سکت ہے کہ وہ اپنے مظلوم بھائیوں کی داد رسی کر سکیں تو...." (۴۸)

نعیم صدیقی کا زورِ قلم اس قسم کی تحریر پیش کرتا ہے "ہر مصیبت کی برداشت کی کوئی حد ہوتی ہے۔ امتحان کی جن کٹھن گھڑیوں سے تحریکِ اسلامی (۴۹) کے عَلمبرداروں کو سابقہ درپیش تھا' ان کو سہارنے میں انھوں نے ہمیشہ کے لیے یادگاری نمونہ قائم کر دیا لیکن ظلم و استبداد کی رو کہیں تھمنے میں نہیں آ رہی تھی بلکہ روز بروز زور پکڑتی جا رہی تھی۔ حضور ﷺ اپنے رُفقا کا حال دیکھ دیکھ کر کڑھتے مگر کوئی زور نہیں چلتا تھا....." (۵۰)

ابنِ سعد نے کفار کے ظلم و ستم کو ہجرت کی وجہ بتانے کے ساتھ اس میں کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔ لکھتے ہیں: "زہری سے مروی ہے کہ جب مسلمانوں کی کثرت ہو گئی' ایمان ظاہر ہو گیا اور اس کا چرچا ہونے لگا تو کفار قریش کے بہت سے لوگوں نے اپنے قبیلے کے مومنین پر حملہ کر دیا' ان پر عذاب کیا' قید کر دیا اور انھیں دین سے برگشتہ کرنا چاہا۔" (۵۱)

ابنِ سعد نے تو "مومنین کو دین سے برگشتہ کرنا چاہا" پر اکتفا کیا ہے' طبری اس سے آگے بڑھ گئے ہیں "یہ رسول اللہ ﷺ کے پیرو مسلمانوں پر بڑی تکلیف اور سخت آزمائش کا وقت تھا۔ جو ان کے بہکانے میں آ گئے' وہ مرتد ہو گئے اور جن کو اللہ نے اس فتنہ سے بچانا چاہا' وہ بدستور اسلام پر قائم رہے۔ جب مسلمانوں کے ساتھ یہ شرارت کی گئی....." (۵۲)

ابنِ اسحاق نے بھی صحابہؓ کی آزمائش' سختیوں اور مصیبتوں کا ذکر کرنے کے بعد حبشہ کی طرف ہجرت کی بات کی ہے مگر ایک بات کا اضافہ یوں کیا ہے کہ "وہ (مہاجرین) اپنے دین کو بچاتے ہوئے اللہ عزّوجل کی طرف چلے گئے اور باقی ماندہ مسلمانوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا....." (۵۳)

ابوالکلام آزاد نے ہجرت کا بنیادی مقصد تو یہی قرار دیا ہے لیکن اس کا ایک فائدہ تبلیغ و اشاعتِ اسلام قرار دیا ہے "ہجرت کا ایک بدیہی فائدہ تو یہ تھا کہ مظلومین کے لیے مامن مُہیّا ہو جاتا' دوسرا اور اہم تر فائدہ یہ بھی تھا کہ دعوتِ حق کے پیرو جہاں جاتے' وہاں

اسلام کی روشنی خود بخود پھیلنے کا سروسامان ہو جاتا......" (۵۴)

محمد جعفر شاہ پھلواری نے "اصل مقصد" کے ساتھ ایک اور مطلب بھی بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں: "یہ فقط مکّے کے جبر و ستم سے محفوظ رہنے کی ہی ایک سبیل نہ تھی بلکہ وطن کو راہِ حق میں قربان کر دینے کا بھی ایک درس تھا جو آگے چل کر زیادہ وسیع پیمانے پر ظاہر ہوا۔" ساتھ ہی انھوں نے اس ہجرت میں پوشیدہ ایک مصلحت اشاعتِ اسلام کو بھی قرار دیا ہے "علاوہ ازیں اسی پہلی ہجرت میں ایک مصلحت یہ بھی ضرور ہو گی کہ اشاعتِ اسلام کے پروگرام کو باہر بھی پھولنے پھلنے کا موقع میسر آئے....." (۵۵)

سید مرتضیٰ حسین فاضل نے ہجرتِ حبشہ کا سبب تبلیغِ دین ہی کو قرار دیا ہے۔

"حضرت رسالت مآب ﷺ نے ہمہ جہت حالات و مسائل سے فائدے اٹھائے اور تبلیغِ دین کے لیے کوئی لمحہ ضائع نہیں ہونے دیا۔ دعوت و ارشاد، تعلیم و پیام رسانی میں کوئی گوشہ خالی نہ چھوڑا۔ ہجرتِ حبشہ بھی انھی میں سے ایک اہم ترین واقعہ ہے"۔

انھوں نے اس تصوّر کی تغلیط کی ہے کہ کُفار کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے یہ ہجرت کی گئی۔ "میں سمجھتا ہوں کہ بارش ظلم و ستم اور قوتِ کفر سے گھبرا کر آنحضرت ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو میدان چھوڑنے کا حکم ہرگز نہیں دیا۔ مہاجرین کی فہرست بتاتی ہے کہ کمزور و لاوارث افراد یا غلام و بے کس لوگوں کو یہ حکم نہیں تھا...... آنحضرت ﷺ نے رجب ۷ بعثت (میں) پہلے تھوڑے سے آدمی بھیج کر نئے ملک کے طور طریقے اور وہاں کی حکومت و عوام کا مزاج سمجھایا۔ پھر مکمل دستہ بھیج کر ایک اور سیاسی برتری حاصل کی۔ دشمن نہ سمندر پار کر سکا، نہ حبشہ جا کر کوئی عیسائی منصوبہ بروئے کار لا سکا۔ ایک دو آدمی گئے بھی تو اپنا نقصان اور مسلمانوں کا فائدہ کر آئے......۔" (۵۶)

ابن ہشام نے کفّار کے ظلم و ستم کے ساتھ ساتھ حضورِ اکرم ﷺ کی "کمزوری" کو بھی ہجرتِ حبشہ کا سبب ظاہر کرنے کی سعی کی ہے۔ لکھتے ہیں "جب رسول اللہ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا (کہ) آپ ﷺ کے اصحاب بلاؤں کا نشانہ بن رہے ہیں اور خود آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق اور اپنے چچا ابو طالب کے سبب ان

آفتوں سے محفوظ ہیں۔ یہ بھی آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان بلاؤں سے جن میں وہ مبتلا ہیں، آپ ﷺ ان کی حفاظت نہیں فرما سکتے تو......" (۵۷) یہی بات شیخ محمد رضا (مصری) نے دہرائی ہے۔ "جب آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ صحابۂ کرامؓ کُفّار کی طرف سے طرح طرح کے دردناک مصائب و تکالیف میں مبتلا ہیں اور آپ ﷺ کفار کے ظلم و ستم کو روکنے پر قادر نہیں۔ دوسری طرف خود آپ ﷺ خدا کے نزدیک آپ ﷺ کی منزلت کی وجہ سے نسبتاً امن و عافیت سے ہیں۔ نیز ابو طالب بھی آپ ﷺ کے تحفّظ کے لیے سینہ سپر ہیں تو......" (۵۸)

مطلب یہ کہ ہمارے محترم سیرت نگاروں کے نزدیک ہجرتِ حبشہ کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ تو صحابۂ کرامؓ پر کفار کا جور و استبداد تھا۔ زیادہ تر اہلِ سیَر نے ہجرتِ حبشہ کے ذکر سے پہلے کفار کے ظلم و ستم کی داستانیں بھی رقم کی ہیں لیکن لطیفہ یہ ہے کہ جن غریب و نادار صحابۂ کرامؓ اور غلام صحابۂ کرامؓ پر کفار ظلم کرتے رہے، ان میں سے شاید ایک شخص بھی ہجرتِ حبشہ میں شامل نہیں تھا۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام ربّانی عزیز نے تو ہجرتِ اول کے زیرِ عنوان ہی کفار کے ظلم و ستم کی داستان رقم کرنے میں زبان قلم کے جوہر دکھائے ہیں۔ "مُشتے نمونہ از خُروارے" چند فقرے دیکھیے: ہر چند مفلس اور نادار تھے، لیکن تھے گوشت پوست کی مخلوق۔ اینٹیں اور پتھر ہوتے تو کسی کو گلہ نہ ہوتا، مگر آفریں ہے ان جانبازوں پر کہ پٹتے اور آہ نہ کرتے، مصائب جھیلتے اور حرفِ شکایت زبان پر نہ لاتے...... حضورِ اکرم ﷺ جانتے تھے کہ کفار کے مظالم سے مسلمانوں کا دم ناک میں آگیا ہے۔ چنانچہ جو حضرات بچ کر نکل جانا چاہتے تھے، آپ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی......" (۵۹)

دراصل ہم نے سیرت نگاری کا معنی یہ سمجھ لیا ہے کہ چند کتابیں سامنے رکھو، اور ان کے الفاظ کو اپنے الفاظ میں بدل کر، اور لفّاظی اور فقرے بازی سے کام لے کر نئی کتاب لکھ لو۔ تحقیق و تفحّص کی راہ اختیار کرنا آج کل کے اربابِ قلم بے فائدہ گردانتے ہیں۔

شبلی نعمانی نے اس تصوّر کے خلاف لکھا ہے کہ ہجرتِ حبشہ کرنے والے بے یار

و مددگار لوگ تھے۔ کہتے ہیں۔ "عام مؤرّخین کا خیال ہے کہ ہجرت انھی لوگوں نے کی جن کا کوئی حامی اور مددگار نہ تھا لیکن فہرست مہاجرین میں ہر درجہ کے لوگ نظر آتے ہیں۔ حضرت عثمان ؓ بنو امیّہ سے تھے جو سب سے زیادہ صاحبِ اقتدار خاندان تھا۔ متعدد بزرگ مثلاً" زبیر ؓ اور مصعب ؓ خود آنحضرت ﷺ کے خاندان سے ہیں۔ عبدالرحمان بن عوف اور ابو سبرہ رضی اللہ عنہما معمولی لوگ نہ تھے۔ اس بنا پر زیادہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ قریش کا ظلم و ستم بے کسوں پر محدود نہ تھا بلکہ بڑے بڑے خاندان والے بھی ان کے ظلم و ستم میں محفوظ نہ تھے۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ سب سے زیادہ مظلوم تھے اور جن کو انگاروں کے بستر پر سونا پڑا تھا، یعنی حضرت بلال ؓ عمّار بن یاسر ؓ وغیرہ، ان لوگوں کا نام مہاجرینِ حبش کی فہرست میں نظر نہیں آتا۔ اس لیے یا تو ان کی بے سروسامانی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ سفر کرنا بھی ناممکن تھا، یا یہ کہ درد کی لذت سے آشنا تھے اور اس لطف کو چھوڑ نہ سکتے تھے۔۔۔۔" (۶۰) اولاد حیدر فوق بلگرامی نے اس معاملے میں شبلی کی تائید کی ہے کہ "مولوی شبلی صاحب بہت صحیح لکھتے ہیں۔۔۔۔۔" (۶۱)

محمد حسین ہیکل نے درست طور پر نشاندہی کی کہ "آنحضرت صلعم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی سیرت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ رسالت کی ہر منزل میں اپنے روحانی کمالات کی وجہ سے معاملات میں دور اندیشی اور دقّتِ نظر ہاتھ سے نہ دیتے تھے۔ اس لیے ہمیں ہجرتِ حبشہ کی مصلحت و نتائج سے چشم پوشی نہ کرنا چاہیے۔۔۔۔۔۔" (۶۲) لیکن جب خود تجزیہ کرنے بیٹھے تو کافی طویل گفتگو کے بعد نتیجہ یہ نکالا کہ "رسول صلعم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حبشہ کی طرف اپنے دوستداروں کی ہجرت کے معاملہ میں ان کے ثباتِ ایمان و رسوخِ عمل میں پوری طرح مطمئن تھے۔ انھیں (مہاجرین کو) نجاشی کی حکومت میں امن و طمانیت سے رہنے کا پورا موقع حاصل ہوا۔ وہ قریشِ مکہ کے مقابلہ میں ایسی قوم میں رہنے لگے جن کے ساتھ ان کی قرابت اور وطنیت کا کوئی شائبہ نہ تھا۔ یہاں وہ اپنے دینی اعمال پوری آزادی سے ادا کرنے لگے اور جب قریش ان حالات سے آگاہ ہوئے تو انھیں بے حد ندامت محسوس ہونے لگی کہ ہم نے اہلِ حبشہ کی (کے)

مقابلہ میں اپنے ہم قوم اور ہم نسب بھائیوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔۔۔۔۔" (۶۳)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، قاضی سلیمان منصور پوری، غلام ربّانی عزیز، پیر محمد کرم شاہ اور نعیم صدیقی کے جو اقتباسات شروع میں نقل کیے گئے ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہجرتِ حبشہ کا سبب مسلمانوں پر کفار کے مظالم تھے۔ لیکن شبلی نعمانی کے محوّلہ بالا اقتباس سے یہ پہلو تو واضح ہو جاتا ہے کہ ہجرتِ حبشہ (اول) کرنے والوں میں غریب، نادار اور بے کس مسلمان نہیں تھے۔ البتہ انھوں نے یہ لکھا ہے کہ "فہرستِ مہاجرین میں ہر درجہ کے لوگ نظر آتے ہیں۔۔۔۔" اور پھر غلاموں میں سے صرف حضرت بلال ؓ اور حضرت عمّار یاسر ؓ کا نام دیا ہے، یہاں انھوں نے انصاف نہیں کیا۔

واقعہ یہ ہے (جیسا کہ آئندہ کسی باب میں مہاجرین کی فہرست سے تفصیل ظاہر ہو جائے گی) کہ ہجرتِ اول کے مہاجرین بنی امیہ، بنی جمح، بنی عبد شمس بن مناف، بنی عامر بن لؤی، بنی اسد بن عبدالعزّیٰ بن قُصَیّ، بنی عبدالدّار بن قُصَیّ، بنی زہرہ بن کلاب، بنی مخزوم، بنی حارث بن فہر اور بنی عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ اور غلاموں اور لونڈیوں میں سے حضرت بلال، ابو فکیہہ، عامر بن فہیرہ، امِ ایمن، عمار، زنیرہ، حمامہ، لبیبہ، امِ عبیس (رضی اللہ عنہم و رضی اللہ عنھن) وغیرہ میں سے کسی ایک نے بھی یہ ہجرت نہیں کی۔ اب ان کے بارے میں شبلی نعمانی کا یہ کہنا کہ یا تو یہ لوگ اتنے بے سرو سامان تھے کہ ظلم و ستم سہنے کے باوجود سفر کے قابل نہ تھے، یا یہ ظلم و ستم سہنے ہی میں لذت محسوس کرتے تھے، بے بنیاد ہے۔ کیا حضرت ابُو حُذَیفہ، حضرت زبیر بن عوّام، حضرت مصعب بن عُمَیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوسلمہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابو سبرہ رضی اللہ عنہم اور پھر ان سب سے زیادہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس قابل نہ تھے کہ ان غلاموں کا سفر خرچ اور حبشہ میں ان کی رہائش کے اخراجات برداشت کر سکتے۔ پھر شبلی نعمانی کا یہ کہنا تو لطیفے سے کم نہیں کہ کچھ صحابہؓ تو کفّار کے ظلم و ستم سے تنگ آکر ہجرت کر گئے اور جو زیادہ غریب، نادار، بیکس اور غلام تھے، انھیں "درد کی لذت سے آشنائی" نے ہجرت سے دور رکھا۔

ابنِ سعد نے کفار کے ظلم و ستم کو "اپنے قبیلے کے مومنین پر حملہ کر دیا" قسم کی انتہا تک پہنچایا جو تاریخ و سیرت کی کسی کتاب میں کسی واقعے کے ذریعے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ طبری ے جو یہ لکھا ہے کہ جو مسلمان کفار کے بہکانے میں آ گئے' وہ مرتد ہو گئے' یہ بھی بے اصل ہے۔ ابنِ اسحاق کی یہ بات کہ جو مسلمان ہجرت کر گئے' وہ تو کر گئے' باقی ماندہ مسلمانوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا" بھی غلط ہے۔ کیا کوئی شخص یہ ثابت کر سکتا ہے کہ ان دنوں کوئی مسلمان (بظاہر ہی سہی) دین سے پھر گیا ہو۔ عبیدہ بن حارث' طلحہ بن عبیداللہ' صُہیب رومی' عبداللہ بن جحش' سعد بن ابی وقاص' عبداللہ بن مسعود' خباب بن الارت' سعید بن زید بن عمرو بن نفیل' زید بن خطاب' نعیم بن عبداللہ' عثمان بن مظعون کے تین بھائی اور دوسرے اعزّہ' ابو عبیدہ بن الجراح' مطلب بن عمیر' سلیط بن عمرو' ابنِ اُمِّ مکتوم (رضی اللہ عنہم) جیسے سیکڑوں جلیل القدر صحابیؓ اس وقت تک ایمان لا چکے تھے اور یہ ہجرتِ اول میں حبشہ نہیں گئے اور ان میں سے تمام آخر وقت تک اسلام پر ثابت قدم رہے۔ پھر ابنِ اسحاق کی یہ بات کہ "باقی ماندہ مسلمانوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا" کس طرح درست ہو سکتی ہے۔

ابوالکلام آزاد' محمد جعفر شاہ پھلواری اور سید مرتضیٰ حسین فاضل ہجرتِ حبشہ کا مقصد تبلیغ و اشاعتِ دین کو قرار دیتے ہیں لیکن کسی حوالے سے یہ بات سامنے نہیں آتی کہ ہجرتِ حبشہ (اول و دوم) کے نتیجے میں وہاں کتنے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس موضوع پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

ابنِ ہشام اور شاید ان کی تقلید میں شیخ محمد رضا نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ خود تو حضرت ابوطالب ؓ کی سرپرستی اور اللہ کے فضل سے محفوظ تھے' اپنے ماننے والوں کو کفار کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھنے کے قابل نہیں تھے' اس لیے آپ ﷺ نے ہجرتِ حبشہ کی اجازت دی۔ کیا یہ حضورِ اکرم ﷺ پر اتّہام نہیں کہ آپ ﷺ خود تو اپنے گھر میں آرام سے رہے اور اپنے صحابہ ؓ کو گھر' شہر اور ملک چھوڑ کر بھاگ جانے کا مشورہ دیا؟

کُتُبِ سیرت میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہجرت کے لیے جانے والے چھپ کر شُعَیبَہ پہنچے اور اگرچہ کُفارِ مکہ نے ان کا تعاقب کیا لیکن جہاز یا کشتیاں ساحل چھوڑ چکی تھیں' اس لیے وہ انھیں ترکِ وطن سے باز نہ رکھ سکے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اس تعاقب سے کفار کا مقصد یہ تھا کہ انھیں روک کر ان پر اور زیادہ ظلم روا رکھا جائے۔ اگر یہ بات درست مان لی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ دوسری مرتبہ جب زیادہ لوگ حبشہ کی طرف چلے گئے' اس وقت انھیں کیوں نہ روکا گیا۔ دوسری بار تو جو اصحاب گئے' ان میں بعض کے اہل و عیال بھی تھے مثلاً" عبداللہ بن جحش' ان کی بیوی اور بھائی' جہم بن قیس' ان کی بیوی اور دو بیٹے' عثمان بن مظعون کے دو بھائی اور بیٹا' حاطب بن الحارث کی بیوی' دو بیٹے' بھائی اور بھاوج ---- اور اسی طرح بہت سے لوگ۔ پھر ان میں ابوجہل کے بھائی سلمہ بن ہشام' دو چچا زاد بھائی اور ایک چچازاد بہن گئی۔ ابوسفیان کی بیٹی اُمِ حبیبہ گئیں' ہند کے بھائی ابو حُذَیفہ گئے' اور اسی طرح کئی دوسرے۔ پھر انھیں کیوں نہ روکا گیا؟ یہ لوگ چُھپ چُھپا کر کیوں نہ گئے؟

محمد جعفر شاہ پھلواروی نے ہجرتِ حبشہ کی وجوہ میں کفّار کے ظلم و ستم کے علاوہ تبلیغ و اشاعتِ دین کی صورت بھی شامل کی ہے لیکن جہاں اس بات کا تجزیہ کیا ہے کہ کفّارِ مکہ نے مہاجرینِ حبشہ کو وہاں سے نکلوانے اور واپس مکہ لانے کی کوشش کیوں کی' وہاں یہ لکھا ہے: "اہلِ مکہ خاصی فراست و دانائی کے مالک تھے۔ وہ بالکل بھولے بھالے بے وقوف نہ تھے۔ وہ دوررس نگاہ رکھتے تھے اور پیغامِ نبوت کی اندرونی قوت و زور اور اس کے پھیلنے کی بے پناہ فطری طاقت کو خوب سمجھتے تھے۔ وہ مکّے کے اندر دیکھ چکے تھے کہ ان کی ہزار مخالفتوں اور شدید سے شدید آزار و ستم کے باوجود اسلام کس طرح دلوں میں گھر کرتا اور پھیلتا جا رہا ہے۔ انھیں خوف صرف یہ تھا کہ کہیں حبشہ میں اسلام پھیل کر ایسی منظم طاقت نہ بن جائے جس کی ایک ہی یورش ان کے اقتدار کی کمر توڑ کر رکھ دے۔ دراصل یہی خطرہ قریشی وفد کو حبشہ تک لے گیا تھا۔ محض آزار و ستم کی جدّت طرازیوں کا شوق پورا کرنا مقصود نہ تھا۔ (۶۴)

میں سمجھتی ہوں کہ کفّار کے ظلم و ستم سے ڈرنے کے بجائے کفّار کی چیرہ دستیوں
سے بچ کر بستا" بہتر اور پُر امن ماحول میں مسلمانوں کا منظم ہونا ہجرت کا مقصدِ اولین ہے
اور محمد جعفر شاہ پھلواری کے محولہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفارِ مکہ بھی
مسلمانوں کے اس مقصد کو [illegible] تھے اور اسی کی راہ میں رکاوٹ بننے کے لیے وہ حبشہ سے
مسلمانوں کو نکلوانا چاہتے تھے۔

میں نے اپنی کتاب ہجرتِ مصطفیٰ ﷺ میں لکھا تھا: "مسلمان ہر وقت
حالتِ جہاد میں ہوتا ہے، جہاد دراصل وہ جِدّ و جُہد ہے جو اللہ کی حاکمیت قائم کرنے اور اس
کے آئین کو نافذ کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ جب کسی جگہ پر ایسی کوشش بار آور نہ ہو
رہی ہو اور وہاں جہاد فوری طور پر اس نتیجے پر پہنچتا نظر آتا ہو، تو وہاں سے ہجرت لازمی ہو
جاتی ہے۔ ہجرت پناہ گزینی نہیں ہے۔ ہجرت کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس جگہ کو
وقتی طور پر چھوڑ دینا ہے جہاں اللہ کی حاکمیت کا سکّہ نہ چل سکتا ہو۔ کسی دوسری جگہ پر
پہنچنا، جہاں امن ہو اور سکون و اطمینان سے تیاری کر کے جہاد کی قتال اور لڑائی کی حد تک
صورت سامنے لا کر، دوبارہ اس جگہ آنا جہاں سے ہجرت کی گئی تھی، اور وہاں اللہ اور رسول
ﷺ کے احکام و ارشادات کو قانونی عملداری کی صورت دینا ہجرت کے مراحل میں
پوری طرح شامل ہے"۔

"جب حضورِ اکرم ﷺ نے محسوس فرمایا کہ ہمارا جہاد، ہماری جِدّ و جُہد مکّۂ
مکرّمہ میں رہتے ہوئے جلد کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ یہاں مسلمان ابھی اتنے
مضبوط نہیں ہیں کہ بزورِ طاقت یہاں اللہ کا حکم چلا سکیں، ------ تو آپ ﷺ
نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔ وہاں امن کی کیفیت تھی، وہاں
کا حاکم نیک دل عیسائی تھا، وہاں کسی نہ کسی شکل میں مسلمانوں کی طاقت کو مجتمع کیا جا سکتا
تھا....." (۶۵)

میرے نزدیک ہجرتِ حبشہ کی اصل وجہ یہی تھی جس کو بعد میں ہجرتِ مدینہ کی
صورت ملی تو وہ پوری طرح برگ و بار لائی۔ کفار کے مظالم سے ڈر کر بھاگنے کی بات میں

وزن نہیں ہے۔ کفار کا اپنے قبیلہ کے مومنین پر حملہ کرنا یا کفار کے بہکانے سے مسلمانوں
کا مرتد ہو جانا یا ہجرتِ حبشہ نہ کرنے والے مسلمانوں کا اپنے اسلام کو مخفی رکھنا بے اصل
باتیں ہیں جن کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔ جہاں تک ہجرتِ حبشہ سے اشاعتِ دین کا
تعلّق ہے، ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے نجاشی اصحمہ رحمہ اللہ خود مسلمان ہو گئے اور ان کے زیرِ
اثر اور مہاجرین صحابہؓ کے طرزِ عمل اور سلوک سے نیز ان سے اسلام کی باتیں سن کر بہت
سے اہلِ حبش دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے ہوں گے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلمان
جہاں بھی ہو، اسلام کی حقانیت کے اظہار سے اور دعوت و تذکیر سے باز نہیں رہ سکتا لیکن
سیرت نگار حضرات نے اس موضوع پر کام نہیں کیا۔ ضرورت ہے کہ حبشہ میں اسلام کی
اشاعت کے عنوان سے تحقیق کے ذریعے حقائق سامنے لائے جائیں۔

ہجرت، حبشہ کی طرف کیوں؟

اس موضوع پر دو شیعہ سیرت نگاروں نے قلم اٹھایا ہے۔ جعفر سبحانی اور پروفیسر سیّد
مرتضیٰ حسین فاضل نے اس کا تجزیہ کرتے ہوئے قرار دیا ہے کہ تبلیغ و اشاعتِ دین کے
لیے حبشہ کا علاقہ موزوں تھا جس کا اثر بہرحال اس ملک کے بادشاہ پر ہوا اور وہ دائرۂ اسلام
میں داخل ہو گیا۔ نیز انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس جگہ کے علاوہ کہیں اور کا قصد کیا
جاتا تو وہاں مہاجرین کو قطعاً" ٹکنے نہ دیا جاتا۔ مرتضیٰ حسین فاضل کہتے ہیں: اللہ نے
اسلام کو آفاقی مذہب بنایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کالے اور گورے انسانوں کے لیے
یکساں رحمت تھے۔ آپ ﷺ پر فرض تھا کہ دنیا بھر میں اللہ کا پیغام پہنچائیں۔ اس
وقت دنیا میں دو بڑی طاقتیں تھیں۔ روم اور ایران۔ دونوں باہم متصادم تھیں۔ شام و
عراق، ترکی اور ایران میں جنگ ہو رہی تھی۔ آپ ﷺ کا پیغام ایشیا کے قلب اور
یورپ کی سرحد تک پہنچ چکا تھا۔ عیسائیوں، یہودیوں اور بت پرستوں کی وجہ سے ہند و
سندھ، ایران و ترکستان، شام و قسطنطنیہ تک بات پہنچ چکی تھی۔ حضور ﷺ نے
براعظم افریقہ پر نگاہِ انتخاب ڈالی اور اسلام عرب سے حبشہ میں پہنچا دیا۔ اسلام کا یہ نئے

برِّ اعظم میں داخلہ تھا جہاں آدم و نوح، ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام میں سے کوئی نہیں گیا تھا، وہاں حضور ﷺ نے اپنے نمائندوں کے ذریعے اسلام کو بھیجا۔ یہ تبلیغ کا عظیم ترین کارنامہ تھا۔ (۶۶)

جعفر سبحانی نے اس صورتِ حال کے تجزیے میں لکھا: غور کرنا چاہیے کہ کیوں رسولِ اکرم ﷺ نے دوسرے مقامات کے لیے کہا۔ لیکن عربستان کے حالات اور دوسرے مقامات کے اوضاع کے جائزہ لینے پر حبشہ کے انتخاب کی مصلحت روشن ہو جاتی ہے۔ عرب نشین علاقوں کی طرف ہجرت خطرناک تھی کیونکہ وہ عموماً مُشرک تھے۔ مشرکین قریش کی خوشامد یا اپنے آباء و اجداد کے دین سے محبّت کی بنا پر مسلمانوں کو ہرگز قبول نہیں کر سکتے تھے۔ عرب کے وہ علاقے جہاں یہودی یا عیسائی آباد تھے، وہ ہجرت کے لیے موزوں نہیں تھے۔ وہ دونوں اپنے دینی و دنیوی اثر و نفوذ کو بڑھانے کی خاطر برسرِپیکار تھے۔ ان علاقوں میں ایک تیسرے رقیب کے داخل ہونے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس کے علاوہ یہ دونوں گروہ عرب نسل کو حقیر و خوار سمجھتے تھے۔ یمن شاہِ ایران کے زیرِ اثر تھا۔ ایرانی حُکّام یمن میں مسلمانوں کے قیام پر راضی نہیں ہو سکتے تھے...... حیرہ بھی یمن کی مانند حکومتِ ایران کے زیرِ اثر تھا۔ شام مکّہ سے دور تھا۔ اس کے علاوہ یمن اور شام قریش کے بازار تھے۔ قریش ان علاقوں کے لوگوں کے ساتھ قریب کے روابط و تعلّقات رکھتے تھے۔ اگر مسلمان وہاں جا کر پناہ لیتے تو قطعی طور پر وہ انھیں قریش کے کہنے پر وہاں سے نکال دیتے۔ (۶۷)

ان اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ جعفر سبحانی کے نزدیک ہجرتِ حبشہ پناہ گزینی تھی اور مرتضیٰ حسین فاضل کے نزدیک تبلیغ و اشاعت اسلام کا ایک ذریعہ۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اسلام میں ہجرت کا مقصد حالات سے فرار، مقامِ جدّوجُہد سے دوری اور پناہ گزینی نہیں۔ اشاعتِ دین ہجرت کے مقاصدِ عظیم میں سے ایک ہے لیکن اصل مقصد اس جدّ و جُہد کو، اس جہاد کو حتمی کامیابی تک پہنچانا تھا جو مکہ میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کرنے کے لیے ضروری تھا۔ حضور ﷺ کی شریعت میں جہاد کو مرکزی اہمیت حاصل ہے

اور اگر کسی وجہ سے جہاد کے نتیجے میں، فوری طور پر، حاکمیتِ الٰہیہ قائم کرنا مشکل دکھائی دیتا ہو تو ہجرت فرض ہو جاتی ہے۔ ہجرتِ حبشہ یا ہجرتِ مدینہ کا معنیٰ پناہ حاصل کرنا نہیں، بلکہ اپنی جدّ و جُہد کو تیز کرنا، جہاد کی تیاری کو حتمی صورت دے کر واپس مُڑنا اور مکّہ فتح کرنا تھا۔ (۶۸)

البتہ محولہ بالا دونوں حوالوں میں بیان کردہ جغرافیائی، سیاسی اور مذہبی صورت حال حقائق سے قریب ہے کہ حبشہ کے علاوہ کسی اور مقام پر ہجرت بہرحال سُود مند ثابت نہ ہوتی اور ہجرت کے مقصدِ اولیٰ کا حصول ممکن نہ رہتا۔ ہجرتِ حبشہ کا یہ فائدہ بہرنوع اہم ہے کہ اس کے نتیجے میں دنیا میں کسی ملک کا پہلا سربراہ اسلام کے دائرے میں داخل ہُوا۔

ہجرتِ اوّل کے مہاجرین

۱۔ حضرت عثمان غنی ؓ

حضورِ اکرم ﷺ کے داماد۔ (بنی اُمیہ سے) بیہقی نے حضرت انس ؓ سے روایت کی ہے کہ پہلی ہجرت حبشہ کے لیے سب سے پہلے نکلنے والے یہی تھے (۶۹) ابنِ حزم ظاہری نے بھی لکھا ہے "مسلمانوں میں سب سے پہلے جس شخص نے ہجرت کی، وہ حضرت عثمان بن عفان اور ان کی زوجہ (رسولُ اللہ ﷺ کی صاحبزادی) حضرت رقیہؓ تھیں (۷۰) الاصابہ کے حوالے سے مضمون "کاتبانِ وحی" میں ہے کہ حضرت عثمان پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی زوجہ رقیہ دخترِ نبی (ﷺ) کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی (۷۱) شاہ مصباح الدین شکیل نے عنوان ہی باندھا ہے: "راہِ حق کا پہلا مہاجر جوڑا" (۷۲) قاضی عبدالنبی کوکب نے لکھا: "ایک قافلہ حبشہ جانے کے لیے تیار ہُوا۔ اس قافلے میں حضرت عثمان ؓ اور ان کی اہلیہ حضرت رُقیّہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ حضرت عثمان ؓ کو اس قافلے کا امیر مقرر کیا گیا۔" (۷۳) خواجہ عبدالحیٔ فاروقی کا کہنا ہے کہ فرزندانِ اسلام میں سے یہ پہلے مسلمان تھے جو اہل و عیال سمیت ہجرت کر گئے (۷۴) ابن قُتیبہ حضرت عثمان ؓ کو سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں میں شمار کرتے ہیں لیکن

عنوان جمایا ہے "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے مہاجر۔" (۷۵)

بعض کتابوں میں درج ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہؓ دوسری ہجرتِ حبشہ میں نہیں گئے، مکہ ہی میں رہ گئے تھے اور یہیں سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ طبری اور ان کی تقلید میں معین الدین ندوی، قاضی عبدالنبی کوکب، خواجہ عبدالحیٔ فاروقی وغیرہ اسی کے قائل ہیں (۷۶) ابن قُتَیبہ، فقیر سیّد وحید الدین، خضر حسین چشتی وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو ہجرتیں کیں، ایک حبشہ کو اور دوسری مدینۂ طیّبہ کو (۷۷) البتہ ابنِ اسحاق (۷۸) ابنِ اثیر (۷۹) اور ان کے تتبع میں سیّد ابوالاعلیٰ مودودی قائل ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہؓ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شامل رہے۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ میں ہے۔ "طبری نے لکھا ہے کہ واپس آنے والوں میں سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسولؐ اللہ (ﷺ) اور حضرت ابوحُذیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی سلہ بنت سہیل بن عَمرو مکہ ہی میں رہ گئے اور مدینہ کی طرف ہجرت تک وہیں رہے، لیکن یہ بیان مشتبہ ہے کیونکہ ابنِ اسحاق نے دوسری ہجرتِ حبشہ میں بھی ان کا ذکر کیا ہے اور ان کا نام ۳۳ مردوں اور آٹھ عورتوں کی اس جماعت میں بھی شامل کیا ہے جو حضور ﷺ کی ہجرت الی المدینہ سے پہلے حبش سے مکہ میں آئے تھے (۸۰)" کچھ سیرت نگار ایسے بھی ہیں جن کے نزدیک اس محترم جوڑے نے مدینہ کی طرف ہجرت مکہ سے نہیں بلکہ حبشہ ہی سے کی تھی۔ (۸۱)

بعض لوگوں نے یہ تأثر دیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی خیر خبر حضورِ اکرم ﷺ کو کافی عرصے تک نہ ملی اور پھر کسی نے بتایا کہ وہ حبشہ میں خیریت سے ہیں تو حضور ﷺ کو اطمینان ہوا۔ اصل واقعہ یہی ہے کہ دوسرے صحابۂ کرامؓ کی طرح حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ نے بھی حضورِ اکرم ﷺ کے ارشاد ہی پر حبشہ کو ہجرت کی تھی (۸۲) بعض حضرات نے اس محترم جوڑے کی حبشہ کی طرف ہجرت کی بات کی ہے، اوّل دُوُم کے چکر میں نہیں پڑے۔ (۸۳)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی ہجرتِ حبشہ میں تو کسی کو کلام نہیں۔

البتہ ان کے پہلے مہاجر ہونے کی بحث بے فائدہ ہے۔ بعض اہلِ سیر نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو پہلا مہاجر" کہا ہے۔ (۸۵) حقیقت یہی ہے جو سیرت کی ہر کتاب میں درج ہے کہ ہجرتِ اول کے تمام عازمین اکٹھے ہی گئے تھے، اس لیے یہاں تقدیم و تاخیر کا سوال ہی درست نہیں۔ البتہ قاضی عبدالنبی کوکب کی سمت اس لحاظ سے تو درست ہے کہ قافلے کا امیر کون تھا؟ ممکن ہے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہی ہوں۔ لیکن ہجرتِ حبشہ کے حوالے سے اس کی کہیں ضرورت ہی نہیں پڑی۔ البتہ وفدِ کفار قریش کی دربارِ نجاشی میں گفتگو کے بعد تقریر حضرت جعفرِ طیار رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔ اس کے زیرِ اثر کچھ سیرت نگار دوسری ہجرت کے عازمین کی قیادت و امارت حضرت جعفرؓ سے منسوب کرتے ہیں اور اس کا جواز بنتا ہے۔

ہمارے خیال میں ابنِ اسحاق کی روایت میں نسبتاً" زیادہ جان ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ نے حبشہ کی دونوں ہجرتیں کیں، پھر مکہ مکرمہ واپس آئے اور مکہ سے مدینۂ طیّبہ کی طرف ہجرت کی۔

۲۔ حضرت رُقَیّہ رضی اللہ عنہا

حضورِ اکرم ﷺ کی بیٹی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ۔ حبشہ کی طرف ہجرتِ اول میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں۔ مہاجرین کی واپسی ہوئی تو یہ جوڑا بھی مکہ آیا۔ پھر، دوسری ہجرت کے قافلے کے ساتھ دوبارہ حبشہ گیا۔ جب یہ خبر پہنچی کہ حضورِ اکرم ﷺ مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں تو کچھ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہ دونوں خاوند بیوی بھی مکہ آ گئے اور یہیں سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ (۸۶) جب ایک مرتبہ کافی عرصہ تک ان کی خیرت کی خبر نہ پہنچی اور پھر سرکار ﷺ کو ان کی عافیت کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ابراہیمؑ اور لُوطؑ کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے خدا کی راہ میں اپنی بیوی کے ہمراہ ہجرت کی۔ (۸۷)

ملاّ محمد باقر مجلسی نے لکھا "پس یازدہ مرد و چہار زن خُفیہ از اہلِ مکہ گریختند و بجانبِ حبشہ رواں شُدند واز جملہ آنہا عثمان ؓ بود و رقیہؓ دخترِ حضرت رسولُ اللہ ﷺ کہ زنِ اُوبود"۔ حیات القلوب کا جو ترجمہ لاہور سے چھپا ہے، اس میں مہاجرین کے ناموں میں صرف "زوجۂ عثمانِ غنی" کے الفاظ ہیں (۸۸) بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت رقیہؓ کا اتنا خیال تھا کہ ہجرت کی تیاری اور سامان کی درستی کے لیے حضرت اسماء بنتِ ابوبکرؓ کو حکم دیا۔ حضرت اسماء ساحلِ سمندر تک ہمراہ گئیں۔ (۸۹) ابی الحسن علی الجزری ابنِ اثیر لکھتے ہیں: "میاں بیوی ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے جہاں ان کے یہاں عبداللہ نامی ایک بچہ پیدا ہوا۔ جب وہ چھے برس کا ہوا تو ایک مُرغے نے اس کی آنکھ میں چونچ مار دی جس سے اس کا مُنہ سُوج گیا اور وہ چار ہجری کو جمادی الاول کے مہینے میں فوت ہو گیا۔" (۹۰) ظاہر ہے کہ بچے کی پیدائش دوسری ہجرتِ حبشہ کے دوران ہوئی۔

ملاّ معین واعظ کاشفی کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان ؓ نے ہجرت کرنے کا عزم کیا، چاہا کہ تنہا ہجرت کریں۔ مگر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رقیہ ؓ کو اپنے ساتھ لے جاؤ کیونکہ تم ایک دوسرے بغیر نہیں رہ سکتے۔ (۹۱)

۳۔ حضرت عثمان بن مظعون ؓ

اُمُّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ماموں (بنی جُمح سے)۔ ابنِ ہشام نے لکھا ہے کہ مہاجرین کے صدر عثمان بن مظعون تھے (۹۲) ابوالحسن علی ندوی نے مہاجرین کی تعداد دس لکھی ہے۔ لکھا ہے: یہ دس آدمی تھے اور انھوں نے اپنا امیر عثمان بن مظعون ؓ کو مقرر کیا تھا (۹۳) ابو الجلال ندوی لکھتے ہیں: "جب سن ۹ ق ھ میں آپ ﷺ نے اجازت دی اور حضرت عثمان بن مظعون ؓ کی قیادت میں گیارہ مردوں اور چار عورتوں کا ایک قافلہ حبش کو روانہ کیا......" (۹۴) معارج النبوت میں ہے "عثمان بن مظعون ؓ کو ان (مہاجرین) کی امارت سونپی گئی۔ بعض کا کہنا ہے کہ ان کے

امیر عثمان بن عفان تھے۔" (۹۵) احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانی نے اپنے طور پر حضرت عثمان بن مظعون ؓ کو مہاجرین کا امیر لکھا ہے لیکن ساتھ میں زہری کا قول نقل کیا ہے کہ مہاجرین کا حبشہ میں کوئی امیر نہ تھا۔ (۹۶)

ابنِ اثیر کہتے ہیں کہ انھوں نے اور ان کے بیٹے سائب ؓ نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ حبش کی طرف ہجرت کی تھی۔ یہ پہلی ہجرت تھی۔ (۹۷) لیکن یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ہجرتِ اول میں سائب ؓ بھی مہاجرین میں سے تھے۔ بہرحال، اس میں شک نہیں کہ خود عثمان بن مظعون ؓ پہلی بار حبشہ کی طرف کرنے والوں میں سے تھے۔ (۹۸)

۴۔ حضرت ابُوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ

حضورِ اکرم ﷺ کے رضاعی بھائی (انھوں نے بھی حضرت ثُویبہ ؓ کا دودھ پیا تھا)۔ (بنی مخزوم سے)۔ ان کے ساتھ ان کی اہلیہ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، جنھیں بعد میں اُمُّ المؤمنین ہونے کا شرف حاصل ہُوا۔ نقوش (رسول ﷺ نمبر) کے ایک مقالے میں الاستیعاب اور الاصابہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ مصعب الزبیری کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عبدالاسد (ابو سلمہ) نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ (۹۹) میں حضرت عثمان ذوالنورین ؓ کے ذکر میں عرض کر چکی ہوں کہ "سب سے پہلے ہجرت کرنے" کی بات میں کوئی وزن نہیں۔ البتہ شاید اس سے لکھنے والوں کی مراد یہ ہو کہ یہ پہلی ہجرت کے مہاجر تھے۔ بہرحال، حضرت ابو سلمہ ؓ ہجرتِ اول بجانبِ حبشہ کے مہاجرین میں سے تھے۔ (۱۰۰)

۵۔ حضرت اُمِّ سلمہ ہند بنتِ ابو امیہ رضی اللہ عنہا

حضرت ابو سلمہ ؓ کی اہلیہ۔ ابوجہل کی چچا زاد بہن۔ بعد میں اُمُّ المؤمنین ہونے کا شرف ملا۔ (بنی مخزوم سے)۔ ہجرتِ اول میں اپنے خاوند حضرت ابو سلمہ ؓ کے ساتھ حبشہ گئیں۔ (۱۰۱) راشد الخیری لکھتے ہیں کہ دونوں میاں بیوی حبشہ چلے گئے۔ وہیں ان

کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام سلمہ رکھا گیا اور جس کی وجہ سے ماں کا نام اُمِ سلمہ اور باپ کا نام ابو سلمہ پڑا۔ (۱۰۲)

۶۔ حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ

حضورِ اکرم ﷺ کی پیاری پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے (بنی اسد بن عبد العزّیٰ بن قصَی سے)۔ یہ بھی ہجرتِ حبشہ (اول) کے مہاجرین میں سے ہیں۔ (۱۰۳)

۷۔ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ

یہ بھی مہاجرین حبشہ میں سے تھے (۱۰۵) اُسد الغابہ

حضور ﷺ کے ننھیالی رشتہ دار (۱۰۴)۔ بنی زہرہ بن کلاب سے/ہیں ہے:
یہ ان مہاجرینِ اوّلین میں سے ہیں جنھوں نے حبش اور مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ (۱۰۶)

۸۔ حضرت ابُو حُذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

(بنی عبد شمس بن عبد مناف سے)۔ غلام ربانی عزیز نے ان کا نام "حذیفہ" لکھا ہے جو درست نہیں (۱۰۷) مہاجرینِ حبشہ (ہجرتِ اول) میں ان کا نام اہم ہے۔ (۱۰۸) عروہ بن زبیر لکھتے ہیں کہ حبشہ میں ان کے بیٹے محمد ابن ابی حذیفہ پیدا ہوئے۔ (۱۰۹)

۹۔ حضرت سہلہ بنتِ سہیل بن عمرٗو (رضی اللہ عنہا)

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ (بنی عامر بن لُوی سے)۔ غلام ربانی عزیز کی کتاب میں نام "سہیلہ" لکھا ہے جو درست نہیں (۱۱۰) یہ بھی ہجرت کے اس سفر میں اپنے خاوند کے ساتھ تھیں۔ (۱۱۱)

۱۰۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے والد خطاب نے انھیں مُتبنّیٰ کر لیا تھا۔ (۱۱۲) سیرت کی کتابوں

میں ان کا نام بھی مہاجرینِ حبشہ میں شامل ہے۔

۱۱۔ حضرت لیلیٰ بنتِ ابی حثمہ رضی اللہ عنہا

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ (بنی عدی سے)۔ یہ بھی اپنے خاوند حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں (۱۱۳) ابن اسحاق نے عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ذکر کے بارے میں شک کے اظہار کے بعد کہ انھوں نے ہجرت کی یا نہیں، معتب بن عوف بن عامر (بنی خزاعہ سے) کا نام لیا ہے پھر عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا اور پھر ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ بن غانم کا (۱۱۴) لیکن پروفیسر رفیع اللہ شہاب نے ترجمہ کرتے ہوئے عمار بن یاسر کے بعد معتب بن عوف کے بجائے "معصب بن غوف" لکھا ہے، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا نام غائب کر دیا ہے اور لیلیٰ بنت ابی حثمہؓ کو "معصب بن عوف" کی اہلیہ لکھ دیا ہے۔ (۱۱۵)

۱۲۔ حضرت سہیل بن بیضا رضی اللہ عنہ

(بنی حارث بن فہر سے) عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب نے ان کا نام سہیل بن وہب لکھا ہے (۱۱۶) شیخ محمد رضا مصری لکھتے ہیں کہ انھی کو سہیل بن وہب بھی کہتے ہیں (۱۱۷)۔ ان کے بارے میں کوئی نہیں کہتا کہ یہ مہاجرینِ حبشہ میں شامل نہیں تھے۔ (۱۱۸)

۱۳۔ حضرت مُصعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ

(بنی عبد الدّار بن قُصَی سے)۔ بعض انھیں مہاجرینِ اول میں شامل سمجھتے ہیں۔ (۱۱۹) عبد الرؤف دانا پوری نے لکھا ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ان میں مصعب رضی اللہ عنہ شامل نہ تھے (۱۲۰) مختصر سیرۃ الرسول ﷺ میں ان کا نام نہیں دیا گیا۔ (۱۲۱)

۱۴۔ حضرت ابو سبرہ بن ابی رُہم رضی اللہ عنہ

(بنی عامر بن لُوی سے)۔ سیرت نگار عام طور سے ان کا شامل فہرستِ مہاجرین میں شامل کرتے ہیں (۱۲۲) سیرتِ ابنِ ہشام میں ہے: بعض کہتے ہیں، ابو سبرہ رضی اللہ عنہ نہیں تھے،

حاطب بن عمروؓ تھے (۱۲۳) سیرۃ ابنِ اسحاق کے باب ۲۳ میں جو فہرست ہے' ان میں کا نام نہیں ہے (۱۲۳۔ الف)

۱۵۔ حضرت حاطب بن عمرو بن عبدِ شمس رضی اللہ عنہ

(بنی عامر بن لُوَی سے)۔ سیرۃِ ابنِ اسحاق میں ہے کہ یہ پہلے شخص تھے جنھوں نے ہجرت کی (۱۲۴) ابن سعد نے واقدی کے حوالے سے ان کا نام شامل کیا ہے (۱۲۵) سیرتِ ابنِ ہشام میں ہے: بعض کہتے ہیں' ابو سبرہؓ نہیں تھے' یہ تھے (۱۲۶) شبلی نعمانی نے اصابہ کے حوالے سے زہری کا بیان نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے انھی نے ہجرت کی (۱۲۷) ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ "سب سے پہلے" کا بیان کسی کے سلسلے میں بھی قابلِ اعتنا نہیں۔ معین واعظ کاشفی حاطب بن عمروؓ کو فہرست میں شامل کرتے ہیں۔ ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ ان مہاجرین میں حاطب بن سہیلؓ بھی تھے (۱۲۸) بعض سیرت نگار انھیں فہرست میں شامل سمجھتے ہیں (۱۲۹) بعض انھیں شامل نہیں کرتے۔ (۱۳۰)

۱۶۔ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا

حضورِ اکرم ﷺ کی کنیز۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہ حضرت رقیہؓ بنتِ رسول اللہ ﷺ (حضرت عثمان بن عفانؓ کی اہلیہ) کے ساتھ گئی تھیں (۱۳۱) مرتضیٰ حسین فاضل لکھتے ہیں کہ مہاجرین میں ان کا نام بھی لیا جاتا ہے (۱۳۲) ابنِ اثیر اور بعض دوسرے بھی انھیں مہاجرین میں شامل گردانتے ہیں۔ (۱۳۳)

۱۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

(بنی زہرہ کے حلیف)۔ بہت سے اہلِ سیر نے انھیں بھی مہاجرینِ حبشہ (ہجرتِ اول) میں شامل قرار دیا ہے (۱۳۴) ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں "ابنِ سعد نے واقدی کے حوالے سے ان کا نام لکھا ہے۔ ابنِ اسحاق نے کہا کہ یہ دوسری ہجرت کے مہاجرین میں سے تھے۔" (۱۳۵) الوفابأحوالِ المصطفیٰ ﷺ میں مہاجرین کے نام نہیں

دیے گئے۔ صرف لکھا ہے کہ گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو مہاجرین میں رکھا ہے۔ یوں' کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ واپس مکّہ آئے تو انتہائی قلیل وقت یہاں قیام کیا اور دوبارہ حبشہ کی طرف تشریف لے گئے۔ (۱۳۶) اسی لیے اصحّ السِّیَر میں کہا گیا کہ "ہجرتِ اولیٰ کی فہرست میں عبداللہ بن مسعودؓ کو بھی نہیں لکھتے لیکن ہجرتِ اولیٰ کے بعد جو لوگ حبشہ سے لوٹ کر آئے' ان میں سبھوں نے عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لکھا ہے"۔ (۱۳۷) محمد ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے: "واقدی نے عبداللہ بن مسعودؓ کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ حبشہ کی پہلی ہجرت میں شریک نہ تھے بلکہ دوسری ہجرت میں شریک تھے۔ اور محمد بن اسحاق بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور مُسندِ احمد کی ایک حسن الاسناد روایت سے بھی یہی معلوم ہے"۔ (۱۳۸) لیکن یہ سوال اپنی جگہ جواب طلب ہے کہ اگر عبداللہ بن مسعودؓ حبشہ کو ہجرت کر کے نہیں گئے تو حبشہ سے مکہ واپس کیسے آئے؟

۱۸۔ حضرت اُمِّ کُلثُوم بنتِ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہا

حضرت ابو سبرہ بن ابی رُہمؓ کی اہلیہ۔ حافظ ابنِ سید الناس نے عیون الاثر میں ان کا نام شامل کیا ہے (۱۳۹) زرقانی نے لکھا ہے کہ یہ بھی خاوند اور اپنی بہن سہلہؓ کے ساتھ تھیں (۱۴۰) ابنِ اسحاق نے ان کا تو کیا' ابو سبرہؓ کا نام بھی شامل فہرست نہیں کیا۔ ابنِ اثیر اور طالب ہاشمی نے انھیں فہرستِ مہاجرین میں شامل سمجھا ہے (۱۴۱) عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے نہیں۔ (۱۴۲)

مختصر سیرت الرسول ﷺ میں حاجب بن معمرؓ کا نام بھی لکھا ہے (۱۴۳) سیرۃ ابنِ اسحاق میں ان صحابۂ کرامؓ کی فہرست دی ہے' جنھوں نے حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں سے قبل مکّہ سے سرزمینِ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ ۳۶ نام ہیں۔ مذکورہ بالا ۱۸ ناموں میں سے ابو سبرہؓ اور اُمِ کلثومؓ کے نام ابنِ اسحاق کی محولہ بالا فہرست میں نہیں ہے۔ مزید نام یہ ہیں:

عبداللہ بن جحش۔ عتبہ بن عزوان بن جابر۔ طلیب بن عمیر بن وہب۔ مقداد۔
سلمہ بن ہشام بن مغیرہ۔ عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ۔ عمار بن یاسر۔ معتب بن عوف بن
عامر۔ سائب بن عثمان۔ قدامہ بن مظعون۔ خنیس بن حذاقہ بن قیس بن عدی۔ ہشام بن
عاص بن وائل۔ سلیط بن عمرو بن عبد شمس (ان کے نام کے ساتھ لکھا ہے "کہا جاتا ہے
کہ انھوں نے سب سے پہلے ہجرت کی") ام یقظہ بنت علقمہ۔ سلیط بن سلیط۔ سکران بن
عمرو بن عبد شمس۔ سودہ بنت زمعہ (سکران کی اہلیہ۔ جو ان کی وفات کے بعد ام المؤمنین
بنیں) سعد بن خولہ۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ عمرو بن ابی سُرح بن ربیعہ۔ عمرو بن حارث بن
زہیر (رضی اللہ عنھم)۔

یہ تو طے ہے کہ ہجرتِ حبشہ کے پہلے قافلے میں یہ لوگ شامل نہیں تھے۔ ہو سکتا
ہے کہ بعد میں اکا دُکا صورت میں یہ بھی حبشہ پہنچتے رہے ہوں اور دوسری باقاعدہ ہجرت
سے پہلے یہ حبشہ پہنچ چکے ہوں۔ لیکن ان کے بارے میں مزید تفصیلات نہیں مل سکیں۔

پہلی ہجرت کب ہوئی؟

سیرت کی سبھی کتابوں میں ہے کہ ہجرتِ حبشہ اعلان نبوت کے پانچویں سال رجب
المرجب کے مہینے میں ہوئی لیکن بعض شیعہ سیرت نگاروں نے اسے ساتویں سال میں شمار
کیا ہے۔ اولاد حیدر فوق بلگرامی نے اسے ساتویں سال اعلان نبوت میں شمار کیا ہے۔
اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کا قبول اسلام، قریش کے آخری وفد کے ساتھ حضرت ابو
طالبؓ کی ملاقات اور قریش کے ساتھ حضورِ اکرم ﷺ کی بالشافہ گفتگو بھی ان
کے نزدیک اسی سال ہوئی۔ جبکہ شعب ابی طالبؓ کی تین سالہ قید کا آغاز بھی یکم محرم سن
۷ (سال اعلان نبوت) سے بتاتے ہیں۔ (۱۴۴)

اصل میں لوگ کچھ سوچے سمجھے بغیر جو جی چاہتا ہے، لکھ دیتے ہیں۔ یکم محرم سے
اگر قید و بند یا مقاطعہ کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا تو کیا حضرت عمرؓ نے شعب ابی طالبؓ میں
آکر اسلام قبول کیا تھا؟ قریباً سبھی سیرت نگار اس پر متفق ہیں کہ یہ ان دنوں کا واقعہ ہے
جب حضورِ اکرم ﷺ نے تبلیغ اسلام کا مرکز دارِ ارقم کو بنا رکھا تھا اور حضرت عمرؓ

وہیں حاضر ہوئے تھے۔ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں: "ایک دن صبح وہ (عمرؓ) رسول اللہ
ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ سے نمٹنے کے لیے شمشیر بدست گھر سے نکلے۔
یہ انھیں معلوم ہو ہی گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ ارقمؓ کے
مکان میں اقامت فرما ہیں"۔ (۱۴۵)۔

شبلی نعمانی نے لکھا "یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ صلعم (ﷺ) ارقم کے
مکان میں جو کوہِ صفا کی تلی میں واقع تھا..... تھے۔ حضرت عمرؓ نے آستانۂ مبارک پر پہنچ
کر دستک دی" (۱۴۶)۔

یہ بات بھی کسی اور دستاویز سے ثابت نہیں ہوتی کہ ہجرتِ حبشہ مقاطعے کے
زمانے میں ہوئی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قریش کے وفد کے ساتھ حضرت ابو طالبؓ
کی ملاقات اور پھر حضورِ اکرم ﷺ کی بالشافہ گفتگو کے مراحل تو شعب ابی طالبؓ
سے پہلے کی باتیں ہیں۔ اگر شعب ابی طالب میں محصوری کا آغاز (بلگرامی کے بقول) یکم
محرم سے ہو گیا تھا اور مذکورہ بالا واقعات بھی اسی سال کے ہیں تو قریش کے وفد سے حضرت
ابو طالب اور حضورِ اکرم ﷺ کی ملاقاتیں کیا محصوری کے زمانے میں ہوئیں؟

ظفر حسن امروہوی نے شاید فوق بلگرامی کی نقل میں "نبوت کا ساتواں سال:
ہجرتِ حبشہ" عنوان تو جما دیا ہے لیکن متن میں لکھا ہے: بعثت کے پانچویں سال....."
(۱۴۷)

مرتضیٰ حسین فاضل نے البتہ کوئی گڑبڑ نہیں کی: "آنحضرت (ﷺ) نے
رجب ۷ بعثت... پہلے تھوڑے سے آدمی بھیج کر نئے ملک کے طور طریقے اور وہاں کے
حکومت و عوام کا مزاج سمجھ لیا....." (۱۴۸)

حقیقت یہی ہے کہ ہجرتِ حبشہ اعلان نبوت کے پانچویں سال میں ہوئی اور حضرت
عمرؓ کے قبولِ اسلام وغیرہ کے واقعات بعد کی بات ہے۔ ابنِ سعد اور طبرانی میں
عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لے آئے
تو آپ نے مشرکین سے اتنا لڑائی جھگڑا کیا کہ انھوں نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا اور ہم بیت اللہ

شریف میں نماز پڑھنے لگے۔ (۱۴۹) چہ جائیکہ فوق بلگرامی نے اسلام عمرؓ کا واقعہ شعب ابی طالب میں محصوری کے دنوں تک پہنچادیا ہے۔

کیا مہاجرین چھپ کر حبشہ گئے تھے؟

عام طور سے اہلِ سیر نے ہجرت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ صحابۂ کرامؓ کفار کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے حبشہ چلے گئے تھے۔ ان کی عُسرت اور تنگدستی کی باتیں بھی کی جاتی ہیں۔ اسی طرح یہ کہانی بھی بیان کی جاتی ہے کہ مہاجرین چُھپ چُھپا کر نکلے تھے اور یہ کہ کفارِ قریش نے ان کا شُعَیبہ (بندرگاہ) تک پیچھا کیا لیکن انھیں نہ پا سکے۔ (۱۵۰) کیونکہ ان کے جہاز (یا کشتیاں) ساحل چھوڑ چکی تھیں۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ہجرتِ حبشہ اول کے عازمین غریب اور مفلوک الحال نہیں تھے۔ کمزور اور غلام جو کفار کے جور و استبداد کا شکار تھے، وہ تو اس گروپ میں شامل ہی نہیں تھے اور شبلی نعمانی نے یہ لطیفہ چلایا ہے کہ انھیں مصائب و شدائد اتنے راس آ گئے تھے کہ وہ انھی میں لذت محسوس کرتے تھے اور جانا ہی نہیں چاہتے تھے۔

یہ مفروضہ ہے کہ یہ مہاجر چھپ کر نکلے تھے اور کُفّار نے ان کا پیچھا کیا تھا، اور حبشہ سے انھیں واپس لانے کے لیے کفار کا جو وفد نجاشی کے دربار میں پہنچا تھا، اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ ان صحابہؓ کو واپس لا کر ان پر مشقِ ستم کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ یہ مفروضہ اس طرح بھی درست ثابت نہیں ہوتا کہ جب یہ لوگ واپس آئے تو ان سے کوئی تعرّض نہ کیا گیا، بہت سے کفار سردار انھیں پناہ دینے پر آمادہ تھے اور انھوں نے ایسا کیا۔ بعد میں زیادہ تر صحابۂ کرامؓ نے پناہ واپس کر دی۔

پھر اگر چھپ کر پہلی ہجرت کرنے کی بات مان لی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ دوسری ہجرت جس میں اسی سے زیادہ، بلکہ سو سے زیادہ خواتین و حضرات نے شرکت کی، اور ان میں کئی کئی خاندان بھی تھے، انھیں روکنے کی کوشش کیوں نہ کی گئی، انھیں چھپ کر جانے کی ضرورت کیوں محسوس نہ ہوئی؟

اصل معاملہ یہ ہے کہ یہ ہجرت کسی سے چھپ کر، بچ بچا کر، یا جان بچانے کے لیے نہیں کی گئی تھی، نہ اسلام میں ہجرت سے یہ مقصود ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نسبتاً" پُر امن ماحول میں جا کر معاشی، معاشرتی اور سیاسی طور سے مضبوط کرنا بھی مطلوب تھا، افریقہ کے اس علاقے میں اسلام کا پیغام پہنچانا بھی پیش نظر تھا اور یہ مکّہ کو اس مقصد کے لیے چھوڑنے کی تمہید بھی تھی کہ ہر طرح کے استحکام کے بعد واپس آ کر یہاں اللہ کی حاکمیت کا نظام نافذ کیا جائے۔

کفّارِ قریش کے وفد کا نجاشی اصحمہؒ سے مہاجرین صحابہؓ کی واپسی کا مطالبہ کرنا اس لیے تھا کہ وہ یہ سمجھ گئے تھے کہ مکّہ سے دُور رہ کر تو یہ لوگ طاقت بن جائیں گے اور ہمارے لیے کسی وقت بھی خطرہ بن سکیں گے۔ لیکن جب انھیں اپنی اس کوشش میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو انھوں نے یہ افسانہ گھڑ کر مشہور کروا دیا کہ کافروں نے حضور ﷺ کی مخالفت ترک کر دی ہے بلکہ ان کی حیثیت کو بڑی حد تک تسلیم کر لیا ہے۔

اگر مکہ میں حاکمیتِ الٰہیہ کی صورت نظر آ رہی ہو تو ہجرت کا جواز نہیں رہتا، اس لیے مہاجرین واپس آ گئے۔ کفارِ قریش نے فوراً" ان کی اشک شوئی کے لیے انھیں پناہ دینے کی پیشکشیں کر دیں لیکن جب ان مراجعت فرما مہاجرین پر اصلیت کھل گئی اور دوسرے صحابۂ کرامؓ بھی سمجھ گئے کہ کفار قریش اس طرح راہِ راست پر آنے والے نہیں، اور کسی دوسرے ملک ہی میں جا کر اسلام کو مضبوط کرنا اور پھر مکہ پر اسلام کا اثر و نفوذ قائم کرنا ضروری ہے، تو بہت سے لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ کہا جا سکتا ہے کہ اس بار ہجرت کرنے والوں میں مختلف معاشی طبقات کے لوگ شامل تھے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کفارِ قریش اتنے بڑے قافلے کو نہ روک سکے۔ یا اتنے مسلمانوں کو چھپ کر مکہ سے نکلنے کی ضرورت نہ پڑی۔

ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ ابنِ اسحاق کا یہ کہنا کہ "صحابہؓ میں سے چند لوگوں نے ملکِ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہ اپنے دین کو بچاتے ہوئے اللہ عزّوجل کی طرف چلے گئے اور باقی ماندہ مسلمانوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔" (۱۵۱) غلط بات ہے۔ ہجرت کرنے

والے چند صحابہؓ کے بعد جو بہت سے اہل ایمان مکہ میں موجود تھے' ان میں سے کسی ایک
نے بھی اپنے اسلام کو مخفی نہیں رکھا۔ اصل میں ہمارے محترم سیرت نگار پہلے ایک
مفروضہ قائم کر لیتے ہیں' پھر اس کی تائید میں واقعات گھڑنے لگتے ہیں' جو حضورِ اکرم
ﷺ کے حوالے سے زیادہ ہی نامناسب بات ہے۔

مہاجرینِ حبشہ کی واپسی اور افسانۂ غرانیق

شاہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں کہ داعئ اسلام ﷺ کی دلی خواہش یہ
تھی کہ کفّار ان قریش (کفارِ قریش) ایمان لے آئیں۔ قرآن نازل ہوتا تو آپ کوشش
فرماتے کہ انھیں سنائیں تاکہ ان کے دل نرم ہو جائیں۔ ان ہی دنوں سورۂ نجم کا نزول ہوا
تو آپ نے اسے صحنِ کعبہ میں قریش کے مجمعے میں پڑھا۔ ایک تو سورت کا صوتی آہنگ
اور پھر ہبطِ وحی کی پُرتاثیر زبان' تلاوت لحنِ داؤدی بن گئی۔ وجد کی سی کیفیت طاری ہو
گئی۔ اب جو سجدہ والی آیت آئی تو آپ ﷺ نے سجدہ کیا۔ حاضرین میں مسلم اور
مشرک سب بے اختیار سجدہ میں چلے گئے۔ عتبہ بن ربیعہ' ولید بن مغیرہ اور اُمیّہ بن خلف
(۱۵۲) نے کبر کی وجہ سے صرف خاک ہاتھ میں لے کر ماتھے پر مل لی۔۔۔ یہ واقعہ مہاجرین
حبشہ کو اس طرح پہنچا کہ آپس میں مصالحت ہو گئی ہے بلکہ سب مسلمان ہو گئے۔ (۱۵۳)

مہاجرینِ حبشہ کی واپسی کا سبب تو یہی افواہ بنی لیکن بعض روایت نگاروں نے اس
سلسلے میں افسانہ نگاری کا جو کردار ادا کیا' وہ نہایت نامناسب ہے۔ کہا یہ گیا کہ جب حضورِ
اکرم ﷺ سورۂ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی کی تلاوت فرما رہے تھے تو شیطان نے (نعوذُ
باللہ) آپ ﷺ کی زبان سے یہ دو کلمے کہلوا دیے "یہ غرانیق بلند مرتبت والے بُت
ہیں جن کی شفاعت کی امید کی جا سکتی ہے"۔ اور' یہ کہا گیا کہ مشرکینِ قریش نے اس خوش
فہمی میں سجدے میں شرکت کی کہ اب تو حضور ﷺ بھی بُتوں کی شفاعت کے
قائل ہو گئے ہیں۔

شیخ محمد رِضا کہتے ہیں کہ ابنِ سعد نے اپنی طبقات میں اس روایت کو عبداللہ

بن خطب سے نقل کیا ہے اور ترمذی کا قول ہے کہ خطب نے آنحضرت ﷺ کا
زمانہ نہیں پایا۔ طبری نے شفاعتِ غرانیق کے واقعہ کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ مجھ سے
محمد بن اسحاق نے' ان سے یزید بن زیاد مدنی نے' ان سے محمد بن کعب قرظی نے یہ
روایت بیان کی ہے۔ لیکن حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں کہا ہے کہ
محمد بن کعب کے والد آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ تابعی ہیں
جنھوں نے سن ۱۰۸ ہجری میں وفات پائی (۱۵۴)

حافظ ابن حجر اور زمخشری اس واقعہ کو درست مانتے ہیں (۱۵۴۔ الف) لیکن
ابنِ کثیر' بیہقی' قاضی عیاض' ابنِ خُزیمہ' قاضی ابوبکر ابن العربی' امام رازی' قرطبی'
بدر الدین عینی' شوکانی' آلوسی وغیرہ اس قصّے کو بالکل غلط قرار دیتے ہیں۔ ابنِ کثیر کہتے
ہیں' جتنی سندوں سے یہ روایت ہوا ہے' سب مُرسل اور منقطع ہیں۔ مجھے کسی صحیح متصل
سند سے یہ نہیں ملا۔ بیہقی کہتے ہیں کہ "ازروئے نقل یہ قصہ ثابت نہیں ہے۔" ابنِ
خزیمہ نے کہا "یہ زنادقہ کا گھڑا ہوا ہے"۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس کی کمزوری اس
سے ظاہر ہے کہ صحاح ستہ کے مولفین میں سے کسی نے بھی اس کو اپنے ہاں نقل نہیں کیا
اور نہ یہ کسی صحیح متصل بے عیب سند کے ساتھ ثقہ راویوں سے منقول ہوا ہے۔ امام
فخرالدین رازی' قاضی ابوبکر اور آلوسی نے اس پر مفصل بحث کر کے اسے بڑے پُر زور
طریقے سے رَد کیا ہے (۱۵۵) اسماعیل قنوی نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ قصہ محققین
کی نظر میں غلط اور مردود ہے۔ یہ محض منافقین کا گھڑا ہوا قصہ ہے۔ علامہ ابنِ حزم اپنی
کتاب الملل والنحل میں اسے "سراسر جھوٹ" لکھتے ہیں۔ امام نووی نے نقل کیا ہے کہ یہ
قول بالکل غلط ہے۔ اس واقعہ کی کوئی بات بھی نہ عقلاً صحیح ہے نہ روایتہً۔ علامہ آلوسی
اپنی تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں کہ ایسا کہنے والے پر توبہ کرنا واجب ہے۔ شیخ محمد رِضا
مصری نے کیمبرج یونیورسٹی کی مطبوعہ تاریخ قرونِ وسطیٰ کے حوالے سے لکھا ہے کہ بلند
پایہ اطالوی مؤرخ کائتن جس نے تاریخ اسلام پر متعدد کتابیں لکھی ہیں' وہ بھی اس قصہ کی
صحت کا منکر ہے (۱۵۶)

ابو عبداللہ القرطبی نے بھی احکامِ القرآن میں اس روایت کی خوب تردید کی ہے۔(۱۵۷)

طبری نے تو کہا تھا کہ "شیطان نے آپ ﷺ کی زبان سے مشرکین کے معبودوں کے ذکر و تعریف میں یہ بات کہلا دی۔" (۱۵۸) ابنِ سعد نے لکھا "ممکن ہے کہ شیطان نے آپ ﷺ کی آواز میں آواز ملا کر یہ کلمات کہہ دیے ہوں"۔ (۱۵۹) یہی بات عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے دُہرائی ہے (۱۶۰) معین واعظ کاشفی نے بھی لکھا "شیطان کو اس دوران میں موقع مل گیا اور چند کلمات ملا دیے۔" (۱۶۱) قسطلانی نے اس سلسلے میں بہت سی آرا جمع کردی ہیں (۱۶۲) عبدالرحمان ابنِ جوزی نے لکھا ہے کہ بعض شیاطین نے آنحضرت ﷺ کی آواز کے مشابہ آواز بنا کر آپ ﷺ کے سکوت اور وقف کے دوران پڑھ دیا نہ کہ آں سرور ﷺ کی زبانِ اقدس پر جاری ہُوا (۱۶۳) الوفا کے مترجم محمد اشرف سیالوی نے حاشیے میں لکھا ہے "...کے جملہ کا شیاطین کی طرف سے اضافہ آنحضرت ﷺ کی آواز مبارک کے مشابہ آواز بنا کر وحیٔ الٰہی پر سے اعتماد کو ختم کرنے کا موجب ہے اور التباس و اشتباہ کا موجب' لہٰذا یہ واقعہ مَن گھڑت اور موضوع ہے۔ قاضی عیاض نے شفا میں' علامہ زرقانی نے شرحِ مواہب میں اور علامہ نووی نے شرحِ مسلم میں اس کو موضوع بتایا ہے۔ مدارج النبوت جلد اول میں شیخِ محقق نے بھی یہی تحقیق فرمائی ہے۔ (۱۶۴)

حقیقت یہی ہے کہ یہ واقعہ محض مَن گھڑت ہے' اس کی کوئی اصل نہیں۔ راوی' ثقہ بھی نظر آتے ہوں تو بھی جو بات قرآن و احادیث کی تعلیمات کے سراسر منافی ہو' اس کو رد کرنے میں کسی سوچ بچار کی' یا مداہنت کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔

شیخ محمد رضا' سیّد ابوالاعلیٰ مودودی اور پیر محمد کرم شاہ کے علاوہ جعفر سبحانی نے اس افسانے کا تفصیلی رد کیا ہے (۱۶۵)

غلام ربّانی عزیز لکھتے ہیں۔ "کفارِ مکہ کا معمول تھا کہ دوران نماز شور و غل مچانا شروع کر دیتے تھے۔ یہی صورت' بشرطِ صحتِ روایت' یہاں پیش آئی ہو گی۔ دورانِ

تلاوت کسی کو یہ فقرے سُوجھے ہوں گے' اور جڑ دیے ہوں گے۔ سننے والوں نے بات کا بتنگڑ بنا دیا.... احادیث کی بعض کتب رطب و یابس کے انبار ہیں۔ اگر راوی میں بصیرت ہوتی تو حضورِ اکرم ﷺ کی زندگی کے سیاق و سباق پر غور کرتا۔ جب آپ ﷺ سے قبل از بعثت بھی ایسی کوئی لغزش سرزد نہیں ہوئی تھی تو بعد از نبوت اس کا کیا امکان تھا"۔ (۱۶۶)

محمد کرم شاہ لکھتے ہیں: "اصل واقعہ جو صحیحین اور دیگر کُتبِ حدیث میں ہے' وہ صرف اتنا ہے کہ حضور ﷺ نے مجمع عام میں یہ سورۃ پڑھی اور اس میں آیتِ سجدہ آنے کی وجہ سے آخر میں سجدہ کیا تو تمام حاضرین جن میں کفار بھی تھے' سب سجدہ میں گر پڑے۔ اور ایسا ہونا عین ممکن ہے۔ کیونکہ کلامِ الٰہی ہو اور زبانِ حبیبِ کبریا ﷺ اس کی تلاوت کر رہی ہو تو کیوں نہ کفار بے ساختہ سجدہ میں گر پڑیں۔ بس اتنی سی بات تھی جس کو زنادقہ کی وضع و تحریف نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ (۱۶۷)

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی نے درست لکھا ہے کہ قرآن کی شدتِ تاثیر سے متأثر ہو کر سجدہ کرنے والے اُس وقت تو سجدہ کر بیٹھے مگر بعد میں انھیں سخت پریشانی لاحق ہوئی کہ یہ ہم سے کیا کمزوری سرزد ہو گئی۔ اور لوگوں نے بھی ان کو مطعون کرنا شروع کیا کہ دوسروں کو تو یہ کلام سننے سے منع کرتے تھے۔ آج خود اسے کان لگا کر سنا ہی نہیں بلکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سجدہ بھی کر لیا۔ آخر کار انھوں نے یہ بات بنا کر اپنا پیچھا چُھڑایا کہ صاحب ہم نے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے یہ الفاظ سنے تھے کہ "یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے" اس لیے ہم نے سمجھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے طریقے پر آگئے ہیں (۱۶۸)

محمد بن عمر نے کہا کہ مہاجرینِ حبشہ رجب سن ۵ نبوی میں مکے سے نکلے تھے۔ شعبان و رمضان میں وہاں مقیم رہے۔ سجدے کا واقعہ رمضان میں ہوا تھا اور یہ لوگ شوّال میں واپس آئے۔ (۱۶۹)

مہاجرینِ حبشہ کو اس خبر نے کہ کفّارِ مکہ مسلمان ہو گئے ہیں اور انھوں نے حضور

ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اللہ رب العزت کو سجدہ کیا ہے' واپس مکّہ کی طرف رُخ کرنے پر مجبور کیا اور یہ خواتین و حضرات (رضی اللہ عنہم و رضی اللہ عنھن) حبشہ سے مکّہ کو واپس آ گئے۔ محمد کرم شاہ لکھتے ہیں: "حبشہ میں غریب الوطنی کی زندگی بسر کرنے والے مسلمانوں نے جب یہ افواہ سنی کہ مکہ کے باشندوں نے اسلام قبول کرلیا ہے تو ان کے لیے اپنے وطن سے دور قیام اب ازبس مشکل ہو گیا' ان میں سے اکثر واپس چلے آئے لیکن جب یہاں پہنچے تو ان کے ہم وطنوں نے ان کو آڑے ہاتھوں لیا اور خوب جی بھر کر ان کو ستانا شروع کیا (۱۷۰)

"مہاجرین" کو پناہ گزین' غریب الوطن' مفلوک' کس مپُرس ثابت کرنا ہمارے محترم سیرت نگاروں کا وتیرہ ہے' بالکل اسی طرح جس طرح حضورِ اکرم ﷺ کو غریب کہتے جانا' حضرت ابو طالب ؓ کو کثیر العیال لکھتے رہنا..... وغیرہ۔ میں نے اپنی کتاب حضور ﷺ کا بچپن میں حضور ﷺ کے خاندان کی تنگ دستی' حضرت عبداللہؓ کی تجارت اور ترکہ' حضور ﷺ کا بکریاں چرانا' ابوطالبؓ دشمنی' حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے حضور ﷺ کو گود نہ لینے کی وجہ' حضور ﷺ کی فرضی رضاعی ماؤں' شقِ صدر' بابا رتن' اور تاریخوں کی جدید تعیین کے عنوانات کے تحت سیرت نگاروں کی بے احتیاطوں پر قلم اٹھایا (۱۷۱) پھر حضور ﷺ کی معاشی زندگی میں ثابت کیا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے تمام عمر تجارت کی' انھیں غریب کہنا حقائق سے رُوگردانی ہے اور حضور ﷺ کا بھوکا رہنا یا دُنیوی سامان سے دور رہنا آپ ﷺ کا خود اختیاری فقر تھا۔ (۱۷۲) ۱۹۹۶ کا صدارتی ایوارڈ حاصل کرنے والی کتاب ہجرتِ مصطفیٰ ﷺ میں (جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے) میں نے ہجرت کو پناہ گزینی قرار دینے والوں کی تغلیط کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ جہاد ہی کی ایک عملی صورت ہے۔ (۱۷۳)

پیر محمد کرم شاہ کے محولہ بالا اقتباس میں ہے کہ مہاجرینِ حبشہ میں سے اکثر واپس چلے گئے۔ "اکثر" کے لفظ سے پہلا تأثر تو یہ ملتا ہے کہ یقینی طور پر کچھ معلوم نہیں کہ کتنے واپس آئے۔ دوسرا تأثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ آدھے سے کچھ کم وہیں حبشہ میں

رُکے رہے جبکہ اصل صورت یہ نہیں ہے۔ محمد کرم شاہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مکّہ پہنچتے ہی ان پر دوبارہ ظلم و ستم شروع ہو گیا' حالانکہ یہ بھی درست نہیں ہے۔

مکہ واپس آنے والے مہاجرین

بلاذری نے حبشہ سے واپس آنے والے نو (۹) مہاجرین کے نام لکھے ہیں اور یہ بھی بتایا ہے کہ کس کو کس مکّی کافر نے پناہ دی۔ دو کا ذکر ابنِ اسحاق' واقدی' ابنِ ہشام اور بلاذری نے مزید کیا ہے۔ اس طرح گیارہ افراد کے واپس مکّہ پہنچنے کی بات تو سامنے آ گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کے ساتھ جانے والی خواتین بھی واپس آئی ہوں گی۔ ذیل میں واپس مکّہ آنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماءِ گرامی لکھے جاتے ہیں۔ قوسین میں پناہ دینے والوں کے نام ہیں:

۱۔ حضرت عثمان ؓ (ابواُحَیحہ سعید بن العاص) ۲۔ حضرت ابو حُذیفہ ؓ (اُمیّہ بن خلف) ۳۔ حضرت زبیر بن العوّام ؓ (زمعہ بن الاسود) ۴۔ حضرت مُصعب بن عُمیر ؓ (نضر بن الحارث یا ابو عزیز بن عمیر) ۵۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف ؓ (اسود بن عبد یغوث) ۶۔ حضرت عامر بن ربیعہ ؓ (عاص بن وائل) ۷۔ حضرت ابو سبرہ ؓ (اخنس بن شریق) ۸۔ حضرت حاطب بن عمرو ؓ (خویطب بن عبدالعزّیٰ) ۹۔ حضرت سہیل بن بیضا ؓ (ان کے قبیلے کا کوئی شخص۔ دوسری روایت یہ کہ بغیر پناہ کے رہے) ۱۰۔ حضرت عثمان بن مظعون ؓ (ولید بن مغیرہ) ۱۱۔ حضرت ابو سلمہ ؓ (حضرت ابو طالبؓ)۔ (۱۷۴)

اب فرمائیے۔ سیرت نگار حضرات بنیادی طور پر انھی گیارہ حضرات کو حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کے مہاجرین گردانتے ہیں' جب یہ واپس آ گئے تو "اکثر" کے واپس آنے کے خبر دینے کا کیا مطلب ہوا؟

پھر کیا ان سب کو پناہ دینے کے عمل سے ان تمام مفروضات کا بھی قلع قمع نہ ہو گیا کہ یہ لوگ کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر چھپ چھپا کر حبشہ کی طرف بھاگے تھے اور کفارِ قریش نے ان کا شُعَیبَہ (بندرگاہ) تک پیچھا کیا تھا۔ یہ ہوتا تو تمام مہاجرین کو یہی کفّارِ

قریش پناہ دینے کے لیے کیوں تیار ملتے۔ اس کے ساتھ ہی پیر محمد کرم شاہ کی زیرِ نظر تحریر کو دیکھیے کہ "یہاں پہنچے تو ان کے ہم وطنوں نے ان کو آڑے ہاتھوں لیا اور خوب جی بھر کر ان کو ستانا شروع کیا"۔ اس کا ایک ہی مطلب نکلتا ہے کہ پیر محمد کرم شاہ نے اس موضوع پر کچھ پڑھنے یا غور کرنے کے بجائے جو چاہا ہے' لکھ دیا ہے۔

مہاجرین کی واپسی کے سلسلے میں بعض سیرت نگار تو دو واپسیوں کے قائل ہیں۔ کہ پہلی ہجرت ہوئی۔ مہاجرین کو اطلاع (بطورِ افواہ) ملی کہ اہلِ مکہ مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ واپس آ گئے۔ بات چونکہ درست نہ تھی' اس لیے دوسری ہجرت ہوئی۔ پھر وہاں کفارِ مکہ کا وفد آیا' حضرت جعفرؓ کی تقریر ہوئی' نجاشی کا مسلمانوں سے حُسنِ سلوک بڑھا' یا وہ مسلمان ہو گیا۔ مہاجرین میں سے کچھ تو حضورِ اکرم ﷺ کی ہجرتِ مدینہ سے پہلے واپس ہوئے' کچھ خیبر یا صلح حدیبیہ کے وقت لوٹے۔ بعض سیرت نگار کہتے ہیں کہ پہلی ہجرت ہوئی جس میں گیارہ کے قریب مرد اور چند خواتین تھیں۔ کچھ عرصے کے بعد دوسری ہجرت ہوئی جس میں کم و بیش سو آدمی تھے۔ پھر کفارِ مکہ کا وفد حبش پہنچا' نجاشی اصحمہ (یا اصحم) کے دربار میں حضرت جعفرؓ کی متاثر کُن تقریر ہوئی۔ بعد میں اہلِ مکہ کے ایمان لانے کی افواہ پھیلی تو ان مہاجرین میں سے بعض مکہ آئے۔ ابنِ ہشام' طبری' اور ان کی تقلید میں ڈاکٹر نصیر احمد ناصر وغیرہ یہی لکھتے ہیں۔ (۱۷۵)

شاہ معین الدین ندوی نے نئی بات نکالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ پہلی ہجرت ہوئی تو کفارِ مکہ کا وفد صحابۂ کرامؓ کے پیچھے ہی پہنچ گیا۔ دربارِ نجاشی میں عَمرو بن العاص اور حضرت جعفر بن ابو طالبؓ کی بات چیت ہوئی۔ (شبلی نے بھی یہی لکھا ہے' حالانکہ یہ بات ثابت ہے کہ پہلے گروپ میں حضرت جعفرؓ تھے ہی نہیں)۔ پھر کفارِ مکہ کے اسلام لانے کی افواہ سے صحابہؓ واپس مکّہ کی طرف آئے۔ کچھ لوگ تو پھر حبشہ لوٹ گئے لیکن اکثر چُھپ کر مکّہ چلے آئے اور کسی نہ کسی کی امان میں آ گئے"۔ پھر دوبارہ ایک سو مسلمانوں کو ترکِ وطن کرنا پڑا۔ (۱۷۶)

شبلی نعمانی نے اور کمال دکھایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ اول اول گیارہ مرد اور چار

عورتوں نے ہجرت کی (انھوں نے نام بھی تحریر کیے ہیں جن میں حضرت جعفرؓ کا نام نہیں ہے) پھر کفار کا وفد آیا' حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے دربار میں تقریر کی۔ پھر نجاشی کے ملک پر کسی دشمن نے حملہ کیا تو حضرت زبیرؓ نے (جن کا پہلے کہیں نام نہیں لیا گیا کہ یہ کب حبشہ پہنچے) اپنی خدمات پیش کیں اور نجاشی کو فتح ہوئی۔ یہاں شبلی کہتے ہیں کہ ""حبش میں کم و بیش ۸۳ مسلمان ہجرت کر کے گئے"۔ (گیارہ مرد اور چار خواتین کے بعد باقی لوگوں کو شبلی نے کس طرح حبشہ پہنچایا' یہ بات واضح نہیں ہوتی) اس کے بعد کفارِ مکہ کے سجدہ کرنے کی بات کرتے ہوئے صحابہؓ کے حبش سے واپس مکہ آنے کی بات کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ "اہلِ مکہ نے اب ان کو اور زیادہ ستانا شروع کیا اور اس قدر اذیت دی کہ وہ دوبارہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن اب کی ہجرت کچھ آسان نہ تھی۔ کفار نے سخت مزاحمت کی (بالکل بے ثبوت بات ہے۔ شہناز) تاہم جس طرح ہو سکا' بہت سے صحابہ جن کی تعداد تقریباً" سو تک پہنچتی ہے' مکہ سے نکل گئے اور حبش میں اقامت اختیار کی۔" (۱۷۷)

یوں شبلی نعمانی نے ہجرتِ حبشہ کے مسئلے کو گنجلک تر بنانے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے گیارہ مرد اور عورتوں کے بعد کسی اور کا ذکر نہیں کیا اور حضرت جعفرؓ سے تقریر کروادی ہے اور حضرت زبیرؓ سے جنگ میں نجاشی کی مدد کروادی ہے۔ کچھ پتا نہیں کہ یہ حضرات کب حبشہ پہنچے' گیارہ افراد کی فہرست میں تو ان کے نام نہیں ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے ۸۳ مسلمانوں کی ہجرت کی بات کی ہے۔ انھوں نے کب ہجرت کی' اس کا ذکر نہیں کیا۔ پھر مہاجرین حبشہ کے واپس مکہ آنے کا ذکر کر کے دوبارہ ہجرت کرائی ہے۔ اس ہجرت کے بارے میں "کچھ آسان نہ تھی" لکھا ہے اور "کفار کی سخت مزاحمت" کی بات کی ہے جس کا کوئی جواز وہ کسی طرح نہیں دے سکے' نہ دے سکتے تھے۔ یہاں ان مہاجرین کی تعداد سو تک ہونے کا ذکر کیا ہے۔

یہ بات بعد میں واضح کی جائے گی کہ ۸۳ یا سو مہاجرین کی ہجرت' دوسری ہجرت حبشہ ہے جسکو شبلی دو مختلف ہجرتیں سمجھے ہیں۔

محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے لکھا ہے کہ نبوت کے پانچوں سال گیارہ اشخاص ہجرت کو نکلے..... مگر ان کے پیچھے اور لوگ بھی اس طرف کو نکل گئے' ان مہاجرین کی تعداد کوئی تراسی[۸۳] تھی۔ پھر کفار کا وفد ابی سینیا پہنچا' حضرت جعفرؓ نے اسلام کی حقانیت پر پُر جوش تقریر کی (۱۷۸)

انیس بیس صفحات کے بعد انھوں نے ہجرتِ حبشہ کی برکات بتائیں اور اس کے بعد "بعض مہاجرینِ حبشہ کی واپسی مکہ میں" درج کی ہے۔ یہاں انھوں نے حافظ ابنِ اثیر (نیز ابنِ ہشام) کے حوالے سے لکھا ہے کہ واپس مکہ پہنچنے والوں کی تعداد ۳۳ تھی۔ مکہ واپس آنے والوں میں سے حضرت عثمان بن مظعونؓ حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت ابو سلمہؓ کا ذکر انھوں نے کیا ہے کہ یہ فلاں فلاں کی پناہ میں آئے۔ پھر عنوان جمایا ہے "حبشہ کی طرف دوسری ہجرت سن ۶' ۷ نبوت" پہلے سر ولیم میور کی لائف آف محمد ﷺ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ "اس مہم کی نئی جماعت غالباً سن ۶ نبوت میں چھوٹے چھوٹے جتھوں کی صورت میں تدریجی طور پر روانہ ہوئی۔... ان میں سے ۳۳ مرد اور عورتیں پھر مکہ میں واپس آ گئے.... اور باقی مہاجرین حبشہ ہی میں کئی سال مقیم رہے" پھر نور الیقین کا اقتباس درج کیا ہے جس میں ایک ہی ہجرت کا ذکر ہے اور اس میں ۳۳ مرد اور ۱۲ خواتین کی بات ہے نیز لکھا ہے کہ وہ لوگ بھی ان سے مل گئے جو اہلِ یمن میں سے مسلمان ہوئے تھے....." (۱۷۹)

ابراہیم میر سیالکوٹی نے جو محولہ بالا دو اقتباسات درج کیے ہیں' ان پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ سر ولیم میور کے اقتباس میں دوسری ہجرت اعلانِ نبوت کے چھٹے سال بتائی گئی ہے اور نور الیقین کے اقتباس میں شعب ابی طالب میں جانے کے بعد۔ اس طرح' انھوں نے عنوان میں "سن ۶' ۷ نبوت" لکھ دیا ہے اور بس۔ انھوں نے اپنی طرف سے اس دوسری ہجرت کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔

سیرۃ ابنِ ہشام کے مندرجات سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ ہجرتِ اول اور ہجرتِ دوم کے عازمین جمع ہو کر حبشہ کو نہیں چلے بلکہ اِکا دُکا ہو کر نکلے تھے۔ اسی لیے وہ ہجرتِ

اول کے بارے میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا گئے۔ دوسری مرتبہ حضرت جعفرؓ کے' پہلے نکلنے کی بات کرتے ہیں۔ لیکن ابنِ ہشام 'پہلی ہجرت کے عازمین کی واپسی کے قائل نہیں اور مہاجرین کی واپسی کا ذکر حضرت جعفرؓ کی دربار نجاشی میں گفتگو کے بعد' کرتے ہیں۔ (۱۸۰)

ابنِ ہشام قصۂ غرانیق کا ذکر نہیں کرتے۔ طبری کفارِ مکہ کے وفد کی آمد کی بات تو کرتے ہیں' دربارِ نجاشی میں عمرو بن العاص کی گفتگو اور حضرت جعفرؓ کی تقریر کا ذکر نہیں کرتے (۱۸۱) ابنِ ہشام' طبری اور ان کی تقلید میں شبلی نعمانی اور نصیر احمد ناصر مہاجرینِ ہجرتِ حبشہ (اول) کی واپسی کے قائل نہیں۔ ان کے خیال میں دوسری ہجرت (حضرت جعفرؓ وغیرہ والی) کے بعد دربارِ نجاشی کا مکالمہ ہوا اور اس کے بعد ہی مہاجرین کی مکہ میں واپسی کا واقعہ رونما ہوا۔ البتہ شاہ معین الدین ندوی نے اس کے بعد دوسری ہجرت کروا دی ہے (۱۸۲)

حبشہ کی طرف دُوسری ہجرت

عام طور سے 'کتبِ سیرت میں یہی لکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کی مظلومیت ہی نے حبشہ کی طرف دونوں ہجرتیں کروائیں لیکن میں پہلے عرض کر چکی ہوں کہ ہجرتِ اول کے عازمین میں غریب' مفلوک الحال اور غلام نہیں تھے بلکہ امیر' خوشحال اور قبیلے برادری والے لوگ تھے اور محض دین کی سربلندی' تبلیغ اسلام اور جہاد کی تیاری کے نقطۂ نظر سے انھیں حبشہ کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔ حبشہ کی طرف ہونے والی دوسری ہجرت کے عازمین کی فہرست بھی آیندہ صفحات میں دی جائے گی' اس سے بھی میری محولہ بالا بات کی تائید ہو گی۔ لیکن اب تک کہا وہی کچھ جاتا ہے' جو میں بیان کر چکی ہوں۔ مثلاً سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کہتے ہیں" جب مکّہ میں ظلم شدید سے شدید تر ہوتا چلا گیا اور رسولُ اللہ ﷺ نے دیکھا کہ حبش مسلمانوں کے لیے امن کی جگہ ثابت ہوا ہے تو آپ ﷺ نے پھر ہدایت فرمائی کہ یہ مظلوم لوگ حبش ہی کی طرف ہجرت کر جائیں چنانچہ

سن ۶ بعد بعثت کے آغاز (۶۱۵ء) میں دوسری ہجرت واقع ہوئی"۔ (۱۸۳)

یہ بات گزشتہ صفحات میں آچکی ہے کہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے سر ولیم میور کے حوالے سے دوسری ہجرت سن ۶ نبوت میں اور نور الیقین کے حوالے سے شعبِ ابی طالب میں محصوری کے بعد لکھی ہے۔ (۱۸۴) زیادہ تر اہلِ سیر اعلانِ نبوت کے چھٹے سال کا آغاز لکھتے ہیں اور یہی درست معلوم ہوتا ہے۔

ابنِ ہشام کی نقل میں کئی دوسرے سیرت نگاروں مثلاً عبد الرؤف دانا پوری نے لکھا ہے کہ دوسری ہجرت میں سب سے پہلے حضرت جعفرؓ گئے (۱۸۵) لیکن ہمارے خیال میں دونوں ہجرتوں کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ کون پہلے گیا اور کون بعد میں، بے بنیاد ہے۔ البتہ یہ بات واضح ہے کہ دوسری ہجرت کے بعد دربار حبشہ میں نمائندگی حضرت جعفرؓ ہی نے کی۔

نجاشی کے نام حضورِ اکرم ﷺ کا مکتوبِ گرامی

طبری، ابنِ قیم، قسطلانی اور قلقشندی کی کتابوں کے حوالے سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے، بیہقی اور سیرتِ ابن کثیر کے حوالے سے پیر محمد کرم شاہ نے اور طبری اور راوندی کی روایت سے محمد باقر مجلسی نے حضورِ اکرم ﷺ کا نجاشی اصحمہ (یا اصحم) کے نام جو خط یا اس کا ترجمہ نقل کیا ہے، وہ یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ محمدؐ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے نجاشی الاصحم کی طرف جو حبشہ کا بادشاہ ہے۔ تم پر سلامتی ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کی تمہارے سامنے تعریف کرتا ہوں، جو بادشاہ ہے، جو پاک ہے، جو امن دینے والا ہے، جو محافظ ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں عیسیٰؑ اللہ کی روح ہیں اور اس کا کلمہ ہیں۔ اس نے مریم میں القا کیا، جو عبادت گزار، پاکیزہ، پاک دامن عصمت شعار تھیں۔ اور وہ عیسیٰؑ سے حاملہ ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی روح اور پھونک سے پیدا کیا جس طرح آدمؑ کو اپنے دستِ قدرت اور اپنی پھونک سے پیدا کیا۔

میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں جو وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کی اطاعت کی طرف بلاتا ہوں۔ اور تمھیں دعوت دیتا ہوں کہ تم میری پیروی کرو اور جو مجھ پر نازل ہوا، اس پر ایمان لے آؤ۔ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں نے تمھاری طرف اپنے چچا زاد بھائی جعفر (ؓ) کو بھیجا ہے اور اس کے ساتھ چند مسلمان بھی ہیں۔ جب وہ تمھارے پاس آئیں تو ان کی میزبانی کرنا اور ان پر تشدُّد نہ کرنا۔ میں تمھیں اور تمھاری فوجوں کو اللہ عزّوجل کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں نے اپنا پیغام تمھیں پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ پس میری نصیحت کو قبول کرنا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی اور جو شخص ہدایت کی پیروی کرے، اس پر سلامتی ہو۔" (۱۸۷)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کہتے ہیں کہ عام طور سے اسلامی مؤرخ اس خط کو سن ۶ ہجری کے اواخر کے واقعات میں بیان کرتے ہیں لیکن یہ عبارت کہ "میں نے تمھارے پاس اپنے چچا زاد بھائی جعفر کو بھیجا ہے جس کے ہمراہ چند مسلمان بھی ہیں۔۔۔۔" کیا سن ۶ ہجری میں لکھی جا سکتی ہے جبکہ ان مہاجرین کو حبشہ پہنچے ہوئے پندرہ سال ہونے کو آئے ہیں؟ بعد میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے لکھا ہے کہ نجاشی کے نام حضورِ اکرم ﷺ کا ایک خط جِھلّی پر لکھا ہُوا ملا ہے جو کوئی نو انچ چوڑی اور ساڑھے تیرہ انچ لمبی ہے، اس میں حضرت جعفرِ طیارؓ کا ذکر نہیں ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس خط کے ملنے سے اس گمان کی تائید ہوتی ہے کہ اوپر نقل کیے گئے تعارفی خط میں، دو خطوط کی عبارتیں مُدغم ہو گئی ہیں۔ (۱۸۸)

ہمارے خیال میں، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اب ملنے والا خط اصلی ہے جیسا کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۹ پر زور لگایا ہے اور مسٹر ڈنلپ کے اس خط پر اعتراضات واقعی غلط ثابت ہو جائیں، پھر تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ خط بعد کا ہو گا اور جس مکتوبِ گرامی میں حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت جعفر بن ابو طالبؓ کا تعارُف کروایا ہے، وہ دوسرا ہو گا۔ لیکن اگر مسٹر ڈنلپ کے اعتراضات درست نکلیں اور موجودہ خط اصلی ثابت نہ ہو تو بیہقی، طبری، ابنِ قیم، ابنِ کثیر وغیرہ کی کتابوں میں منقول خط کو سن ۶ ہجری کے بجائے ہجرتِ حبشہ (دوم) کے وقت کا سمجھنے میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔

میں سمجھتی ہوں کہ مذکورہ بالا مکتوب گرامی دو خطوں کی مشترکہ عبارت کا حامل نہیں، نہ اس کا تعلق سن ۶ ہجری وغیرہ سے ہے بلکہ یہ خط حضرت جعفرؓ لے کر نجاشی کے پاس آئے اور یہ حبشہ کو دوسری ہجرت کے موقع ہی کا مرقومہ ہے۔

پیر محمد کرم شاہ نے اس خط کا جو جواب محمد ابوزہرہ کی کتاب کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ یہ ہے:

یہ عریضہ محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نجاشی اصحم بن ابجر کی طرف سے ہے۔ اے اللہ کے نبی (ﷺ)! اللہ تعالیٰ کے آپ پر سلام ہوں، اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں، سوائے اس ذات کے جس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی ہے۔ یارسول اللہ ﷺ حضور کا گرامی نامہ مجھے مل گیا ہے اور اس میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے، آسمانوں اور زمین کے رب کی قسم! عیسیٰؑ اس سے زائد نہیں ہیں۔ جو حضور نے ہماری طرف بھیجا، ہم نے اس کو پہچانا اور ہم نے آپ کے چچا کے بیٹے اور اس کے ہمراہیوں کی میزبانی کی۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں جن کی تصدیق کی گئی ہے۔ میں نے حضور کی بیعت کی ہے، اور حضور کے چچا زاد بھائی کی بیعت بھی کی ہے اور میں نے اللہ رب العالمین کے لیے اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ میں حضور کی خدمت میں (اپنا بیٹا) باریحا (۱۸۸ - الف) بن الاصحم بن ابجر بھیج رہا ہوں۔ میں اپنے نفس کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں۔ یارسول اللہ ﷺ! حضور حکم فرمائیں تو میں حاضرِ خدمت ہو جاؤں۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور کا ہر فرمان حق ہے۔ (۱۸۹)

دوسری ہجرتِ حبشہ کے مہاجرین

ابنِ سعد نے "ہجرتِ حبشہ ثانی" کرنے والے مردوں کی تعداد ۸۳ بتائی ہے اور عورتوں میں گیارہ قریشی اور سات غیر قریشی بتائی ہیں (۱۹۰) غلام ربانی عزیز نے لکھا ہے "حبش میں کم و بیش تراسی مسلمان مقیم تھے" (۱۹۱) انھوں نے خواتین کا الگ ذکر نہیں کیا، اس لیے شاید وہ "کم و بیش ۸۳" میں صحابیاتؓ کو بھی شامل سمجھتے ہیں۔ قاضی سلمان منصور پوری اور شاہ مصباح الدین شکیل، ابنِ سعد کی روایت پر انحصار کرتے ہیں (۱۹۲) منصور پوری بھی پہلی ہجرت کے مہاجرین کی واپسی کے قائل نہیں ہیں۔ اور پہلی کے بعد ہی دوسری ہجرت کا ذکر کرتے ہیں لیکن ان کے اکاّ دکاّ صورت میں جانے کی نہیں، اکٹھے جانے کے قائل ہیں اور لکھتے ہیں کہ "قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔"

واقدی کی روایت کے مطابق ان کی تعداد ۱۰۳ تھی جن میں سے ۸۲ مرد اور ۲۱ عورتیں تھیں۔ (۱۹۲۔الف) محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ "دوبارہ حبشہ کی طرف اس دفعہ بہتر (۷۲) مسلمان تھے اور ان کے سپہ سالار (؟) جناب جعفر بن ابی طالبؓ تھے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے، جانے والوں کی تعداد ۸۲ تھی۔ بچے اور عورتیں، ان کے علاوہ تھے۔ ایک روایت ہے، اس قافلہ میں گیارہ عورتیں تھیں۔" (۱۹۳) ابوالجلال ندوی کا خیال ہے: "شوال سن ۹ ق ھ میں مہاجرین حبش سے واپس آ گئے، مگر یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ مکّہ کی سرزمین مسلمانوں کے لیے پہلے سے زیادہ انگارا بنی ہوئی تھی (یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ شہناز) اس سے کچھ کم مردوں اور گیارہ عورتوں کا قافلہ حبش کو روانہ ہو گیا۔ (۱۹۴)

اسی قسم کی بات ابنِ اسحاق کے حوالے سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے بھی لکھی ہے۔ لکھتے ہیں: "چنانچہ اس وقت مہاجرین کی تعداد ۵۲۔ افراد پر مشتمل تھی۔ ابنِ اسحاق کے قول کے مطابق عمار بن یاسرؓ میں شک ہے کہ وہ بھی ان کے ساتھ گئے تھے یا نہیں۔ بہرحال ان میں ۳۳ مرد اور ۱۹ عورتیں تھیں۔" (۱۹۸) معین الدین ندوی کہتے ہیں: "دوبارہ ایک سو دو (۱۰۲) مسلمانوں کو جن میں بیاسی مرد اور بیس عورتیں تھیں، ترکِ وطن کرنا پڑا (۱۹۶) نعیم صدیقی ۸۵ مرد اور ۱۷ عورتیں لکھتے ہیں (۱۹۷) جبکہ ابوالاعلیٰ مودودی کے نزدیک "۸۰ سے زیادہ مردوں اور ۱۸، ۱۹ عورتوں نے حبش کی راہ لی۔" (۱۹۸) اس میں لطیفہ یہ ہے کہ انھوں نے جو فہرست دی ہے، اس میں ۱۸، ۱۹ کے بجائے ۱۷ صحابیاتؓ ہیں۔

ہم نے ہجرتِ حبشہ اول کے عازمین کی جو فہرست دی تھی' اس میں سے حضرت عثمان بن عفان' حضرت رقیہ' عثمان بن مظعون' ابو سلمہ' اِم سلمہ' زبیر بن عوّام' عبدالرحمان بن عوف' ابو حذیفہ' سہلہ بنت سہیل' عامر بن ربیعہ' لیلیٰ بنت ابی حثمہ اور سہیل بن بیضا (رضی اللہ عنہم و رضی اللہ عنہن) کے بارے میں تو قریباً" سب سیرت نگار متفق ہیں کہ یہ گئے تھے البتہ مصعب بن عمیر' ابو سبرہ' حاطب بن عمرو' اِم ایمن' عبداللہ بن مسعود اور اِم کلثوم بنت سہیلؓ کے بارے میں دو رائیں ہیں۔ ابوالاعلیٰ مودودی نے ہجرتِ حبشہ (دوم) کے مہاجرین کی جو فہرست ابنِ اسحاق اور ابنِ ہشام کے حوالے سے دی ہے' اس میں سہلہ بنت سہیلؓ اور اِم ایمنؓ کے علاوہ وہ سب خواتین شامل ہیں جن کا ذکر ہم نے ہجرتِ حبشہ کے ضمن میں کیا۔

سہلہ بنت سہیل بن عمرو قرشیہؓ کے بارے میں ابنِ اثیر نے لکھا ہے کہ انھوں نے اپنے شوہر ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ ؓ کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی اور وہاں ان کے بطن سے "محمد" پیدا ہوئے (۱۹۹) مودودی صاحب نے پہلی ہجرت کے مہاجرین میں سہلہ کا نام لکھا ہے' بلاذری نے پہلی ہجرت کرنے والوں کی واپسی کے جو نام لکھے ہیں' ان میں کسی خاتون کا نام نہیں لیکن یہ بات بعید از قیاس ہے کہ قریباً" تمام صحابی واپس آ جائیں اور ان کی بیویاں واپس نہ آئیں۔ لیکن دوسری ہجرت کے لیے جانے والی صحابیاتؓ میں سہلہؓ کو نہ تو مودودی صاحب نے شامل کیا ہے' نہ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے' حالانکہ عبداللہ بن محمد نے ۱۹'۲۰ صحابیاتؓ کے نام دیے ہیں۔ (۲۰۰)

ابنِ اسحاق نے سہلہؓ کو اس فہرست میں شامل کیا ہے جن کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حبشہ سے مدینہ پہنچے اور جنگِ بدر میں شریک ہوئے (۲۰۱) ابنِ سعد کہتے ہیں کہ انھوں نے دونوں ہجرتوں میں حصہ لیا۔ (۲۰۲)

ہجرتِ دُوم کرنے والی صحابیات رضی اللہ عنہن

☆ ۱۔ حضرت اسماء بنت عمیس خثعمیہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت جعفر طیار ؓ بن ابو طالب

ؓ کی بیوی۔ بنی ہاشم سے۔ حبشہ میں ان کے ہاں محمد' عبداللہ اور عون' تین بچے پیدا ہوئے۔

☆ ۲۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔ حضورِ اکرم ﷺ کی پیاری بیٹی۔ حضرت عثمان بن عفان ؓ کی بیوی۔ عبداللہ بن محمد نے ان کا نام شامل نہیں کیا۔

☆ ۳۔ حضرت فاطمہ بنتِ صفوان رضی اللہ عنہا۔ بنو امیہ بن عبد شمس کے۔ ابو اُحَیحہ سعید بن العاص کے بیٹے حضرت عمرو ؓ کی بیوی۔ بنی کنانہ سے

☆ ۴۔ حضرت اُمینہ بنتِ خلف رضی اللہ عنہا۔ خالد ؓ بن سعید بن العاص کی بیوی۔ بنو خزاعہ سے۔ عبداللہ بن محمد نے ان کا نام نہیں لکھا۔

☆ ۵۔ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا۔ ابو سفیان کی بیٹی۔ یہ اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ گئیں۔ عبیداللہ مرتد ہو گیا اور عیسائی ہو کر مَرا۔ حضور رسولِ اکرم ﷺ نے حبش ہی میں نجاشی اصحمہ ؓ کے توسط سے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا اور یوں' یہ اُمّ المؤمنین بنیں۔

☆ ۶۔ حضرت برکہ بنت یسار رضی اللہ عنہا۔ حضرت قیس بن عبداللہ ؓ کی بیوی۔ ابو سفیان بن حرب کی آزاد کردہ کنیز۔

☆ ۷۔ حضرت حرملہ بنت عبدالاسود رضی اللہ عنہا۔ ان کا نام ابنِ حبیب نے حرملہ لکھا ہے' ابو عمر اور طبری نے حرملہ۔ ابوالاعلیٰ مودودی نے "اِمِ حرملہ" لکھا ہے جو درست نہیں۔ عبداللہ بن محمد نے ان کے والد کا نام "عبدالدار" لکھا ہے جو درست نہیں۔ جہم بن قیس ؓ کی بیوی۔ بنو خزاعہ سے۔ ان کے ساتھ ان کا بیٹا عمرو اور بیٹی خزیمہ بنت جہم بھی تھیں۔

☆ ۸۔ حضرت رملہ بنت ابی عوف رضی اللہ عنہا۔ مُطّلب بن ازہر ؓ کی بیوی۔ بنی سہم سے۔ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے انھیں قبیلہ بنو زہرہ سے بتایا ہے جو غلط ہے۔ عبداللہ نے ان کے والد کا نام "ابی عون" لکھا ہے' جو درست نہیں۔ ابنِ اثیر کے مطابق ان کا نام ابی عوف بن سبرہ بن سعید بن سہم تھا۔ حبشہ میں رملہؓ کے ہاں عبداللہ بن

مطلب پیدا ہوئے۔ ابنِ اثیر کہتے ہیں کہ عبداللہ پہلے آدمی ہیں جو اسلام میں اپنے والد کے وارث ہوئے۔

☆ ۹۔ حضرت ریطہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا۔ حضرت ابوبکرؓ کے ماموں زاد بھائی حارث بن خالدؓ بن صخر کی بیوی۔ بنی تیم سے۔ ان کے ہاں حبشہ میں موسیٰ بن حارث پیدا ہوا۔

☆ ۱۰۔ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا۔ حضورِ اکرم ﷺ کے دودھ شریک اور پھوپھی زاد بھائی حضرت ابو سلمہؓ بن عبدالاسد کی بیوی۔ بنی مخزوم سے۔ ان کے ہاں حبشہ میں زینب پیدا ہوئی۔ امِ سلمہؓ کو بعد میں اُمّ المؤمنین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

☆ ۱۱۔ حضرت فاطمہ بنت مجلل عامریہ رضی اللہ عنہا۔ حاطب بن حارثؓ کی بیوی۔ یہ اپنے خاوند اور دونوں بیٹوں محمد اور حارث کے ساتھ حبشہ گئیں۔

☆ ۱۲۔ حضرت فکیہہ بنت یسار رضی اللہ عنہا۔ خطاب بن حارث جمحیؓ کی بیوی۔ ابی نجراۃ کی بہن۔ الازدی، ابنِ اثیر، ابنِ سعد، عبداللہ بن محمد اور معین الدین ندوی نے ان کا نام "خطاب" لکھا ہے (۲۰۳) لیکن ابوالاعلیٰ مودودی نے حطاب (جو درست نہیں)۔
ابنِ سعد کہتے ہیں کہ خطاب بن حارث حبشہ ہی میں فوت ہو گئے تھے اور فکیہہؓ کو دو کشتیوں میں سے ایک میں لایا گیا۔ ابنِ سعد کے نزدیک ان کی اولاد میں "محمد" تھے جبکہ معین الدین ندوی نے لکھا ہے کہ یہ "مع اپنے بچوں کے حبشہ گئے تھے"۔

☆ ۱۳۔ حضرت حسنہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت جُنادہ بن سفیانؓ کی بیوی۔ جابر و جنادہ اور شرجیل کی ماں۔

☆ ۱۴۔ حضرت اُمِّ عبداللہ لیلیٰ بنت ابی حثمہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ کی بیوی۔ بنی عدی سے۔ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے ۱۹، ۲۰ مہاجراتِ حبشہ کی فہرست دی ہے لیکن اس میں لیلیٰ کا نام نہیں ہے۔ ان کے بارے میں ابنِ اثیر نے لکھا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ امِ سلمہؓ لیکن دوسری روایت میں ہے کہ لیلیٰ پہلی خاتون ہیں جو مدینے میں مہاجر کی حیثیت سے داخل ہوئیں۔ انھوں نے حبشہ اور مدینہ کو، دونوں

ہجرتیں کیں اور دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔

مائیں عموماً" جھوٹ موٹ بچے کو کسی چیز کا لالچ دے کر بلاتی ہیں یا کوئی کام کروالیتی ہیں لیکن اس سلسلے میں حضورِ اکرم ﷺ نے سخت مناہی کی ہے۔ وہ حدیث انھی لیلیٰؓ سے مروی ہے۔ ایک بار انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بلایا کہ 'آؤ' میں تمھیں کچھ دوں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم اسے کیا دوگی؟ عرض کیا، یارسولَ اللہ ﷺ کھجور۔ اس پر سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو میں تمھیں جھوٹا کہتا۔ (۲۰۴)

☆ ۱۵۔ حضرت اُمِّ کلثوم بنت سہیل رضی اللہ عنہ۔ سہیل بن عمرو کی بیٹی۔ حضور ﷺ کی پھوپھی بَرّہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے حضرت ابو سبرہ بن ابی رُھم کی بیوی۔

☆ ۱۶۔ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت سکران بن عمروؓ کی بیوی۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت کے مطابق سکران حبشہ ہی میں فوت ہو گئے تھے لیکن ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ مکّہ میں آ کر فوت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت سودہؓ نے اُمّ المؤمنین ہونے کا شرف پایا۔

☆ ۱۷۔ حضرت عمرہ بنت السعدی رضی اللہ عنہا۔ حضرت سودہؓ کے بھائی مالک بن زمعہؓ کی بیوی۔ بعض لوگوں نے ان کا نام "عمیرہ" لکھا ہے۔ "اُسد الغابہ" کے ترجمے میں غلطی سے حضرت مالک بن زمعہ کا نام "مالک بن ربیعہ" لکھا ہے۔ (۲۰۵)

☆ ۱۸۔ حضرت حرملہ بنت مالک رضی اللہ عنہا۔ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے انھیں سوبط بن عبدالدارؓ کی بیوی لکھا ہے اور فہرست ابنِ اسحاق کے حوالے سے مرتّب کی ہے لیکن سیرت ابنِ اسحاق میں سویبط کے والد کا نام سعد لکھا ہے جو بنی عبدالدار سے تھے۔ اور حرملہ بنت مالکؒ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی سویبط بن سعد ہی لکھا ہے لیکن سیرت ابنِ اسحاق کے ترجمے (از رفیع اللہ شہاب) میں سوبط کا نام "سوہط" لکھا جو غلط ہے اور نور الٰہی ایڈووکیٹ کے ترجمے (مشمولہ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۱۱) میں سوبط بن خزیمہ درج ہے۔ کچھ پتا نہیں چلتا کہ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے

"حرملہ بنت مالک" کو ہجرتِ حبشہ میں کیسے شامل کر لیا ہے۔ ابنِ اثیر نے اس نام کی کسی صحابیہ کا ذکر نہیں کیا۔

☆ ۱۹۔ حضرت خزیمہ بنت جہم رضی اللہ عنہا۔ ابنِ اثیر نے انھیں لڑکی لکھا ہے اور کہا ہے کہ انھوں نے اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کی۔ عبداللہ بن محمد بھی انھیں لڑکی سمجھتے ہیں۔ لیکن جب مہاجرین ہجرت دوم کا "میزان" کرتے ہیں تو انھیں نہیں گنتے۔ ابنِ اسحاق اور مودودی نے انھیں بیٹا لکھا ہے۔

☆ ۲۰۔ ۲۲۔ فاطمہ، عائشہ اور زینب (رضی اللہ عنھن) عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے ان کا ذکر ان الفاظ میں اکٹھا ذکر کیا ہے۔ "فاطمہ، عائشہ، زینب اور عمرو بن عثمان بن عمرو، یہ بنو تیم سے تعلّق رکھتے ہیں"۔ کچھ پتا نہیں کہ انھوں نے یہ نام کہاں سے لیے ہیں۔ ہجرتِ حبشہ دوم کے مہاجرین کے جو نام سیرتِ سرورِ عالم ﷺ میں ہیں، ان میں بنی تیم کے حارث بن خالد، ان کی بیوی ریطہ اور عمرو بن عثمان کے تین نام ہیں۔

ہجرتِ دُوم کرنے والے صحابہؓ

☆ ۱۔ حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ۔ بنی ہاشم سے (اہلیہ اسما بنت عمیسؓ ہمراہ تھیں)۔

☆ ۲۔ حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ۔ بنی امیہ سے (اہلیہ حضرت رقیہؓ ساتھ تھیں) ابنِ قیّم ان کی شمولیت کو وہم قرار دیتے ہیں۔

☆ ۳۔ حضرت عمْرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ۔ ابو اُحیحہ سعید کے بیٹے (اہلیہ فاطمہؓ بنت صفوان ساتھ تھیں)۔

☆ ۴۔ حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ (اہلیہ اُمینہؓ ساتھ تھیں)

☆ ۵۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔ بنی غنم سے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی

☆ ۶۔ عبیداللہ بن جحش۔ عبداللہ کا بھائی۔ جو حبش میں عیسائی ہو کر مرا (ہجرت کرتے وقت

اہلیہ اُمِ حبیبہؓ ساتھ تھیں)

☆ ۷۔ حضرت قیس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ بنی اسد بن خُزیمہ سے (اہلیہ برکہ بنت یسارؓ ساتھ تھیں)

☆ ۸۔ حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ۔ قبیلہ دوس سے

☆ ۹۔ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ۔ بنی عبد شمس بن عبد مناف سے۔

☆ ۱۰۔ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ۔ بنی قیس بن عیلان سے

☆ ۱۱۔ حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ۔ امّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے۔ بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قُصَی سے

☆ ۱۲۔ حضرت اسود بن نوفل بن خویلد رضی اللہ عنہ۔ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے۔ حضرت زبیر بن عوّامؓ کے چچا زاد بھائی۔

☆ ۱۳۔ حضرت یزید بن زمعہ بن اسود بن مطلب رضی اللہ عنہ۔ نبی اسد بن عبدالعزیٰ سے

☆ ۱۴۔ حضرت عمرو بن اُمیّہ بن حارث رضی اللہ عنہ۔ بنی اسد بن عبدالعزیٰ سے

☆ ۱۵۔ حضرت طلیب بن عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ۔ حضورِ اکرم ﷺ کی پھوپھی اروی بنتِ عبدالمطّلب کے صاحبزادے۔ بنی عبد بن قصی سے۔ ابنِ اسحاق نے ان کے والد کا نام عمیر کے بجائے "عمرو" لکھا ہے یہ حبشہ سے مدینہ آئے اور عبداللہ بن سلمہ عجلانی کے مہمان ہوئے تھے۔

☆ ۱۶۔ حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم رضی اللہ عنہ۔ بنی عبدالدار بن قصی سے

☆ ۱۷۔ حضرت سوبط بن سعد رضی اللہ عنہ۔ بنی عبدالدار بن قُصَی سے

☆ ۱۸۔ حضرت جہم بن قیس رضی اللہ عنہ۔ بنی عبدالدار بن قصی سے (اہلیہ حرملہؓ ساتھ تھیں)

☆ ۱۹۔ حضرت عمرو بن جہم بن قیس رضی اللہ عنہ۔

☆ ۲۰۔ حضرت خزیمہ بن جہم رضی اللہ عنہ۔ ابنِ اسحاق نے انھیں جہم بن قیس کا بیٹا لکھا ہے' ابنِ اثیر نے بھی۔ مودودی نے ابنِ اسحاق کی تقلید کی ہے' عبداللہ بن محمد نے ابنِ اثیر کی۔

☆ ۲۱۔ ابو الروم بن عمیر بن ہاشم رضی اللہ عنہ۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بھائی

☆ ۲۲۔ حضرت فراس بن نضر بن حارث رضی اللہ عنہ۔

☆ ۲۳۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ۔ بنی زہرہ سے

☆ ۲۴۔ حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بھائی

☆ ۲۵۔ حضرت مطلب بن ازہر رضی اللہ عنہ۔ بنی زہرہ سے (اہلیہ رملہؓ ساتھ تھیں)

☆ ۲۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ قبیلہ ہذیل سے

☆ ۲۷۔ حضرت عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بھائی

☆ ۲۸۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ۔ ان کے والد کا نام عمرو تھا لیکن انھیں اسود بن عبد یغوث نے انھیں بیٹا بنا لیا تھا' اس لیے ابنِ اسود کہلاتے تھے

☆ ۲۹۔ حضرت حارث بن خالد رضی اللہ عنہ۔ بنی تیم سے۔ حضرت ابوبکرؓ کے ماموں زاد بھائی۔ (اہلیہ ریطہؓ ساتھ تھیں)

☆ ۳۰۔ حضرت عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ۔ بنی تیم سے۔ حضرت طلحہؓ کے چچا

☆ ۳۱۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ۔ حضور ﷺ کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی۔ بنی مخزوم سے (اہلیہ حضرت اُمِّ سلمہؓ ساتھ تھیں' جنھیں بعد میں امّ المؤمنین بننے کا شرف حاصل ہوا)

☆ ۳۲۔ حضرت شمّاس بن عثمان رضی اللہ عنہ' بنی مخزوم سے۔ عتبہ بن ربیعہ کے بھانجے۔

☆ ۳۳۔ حضرت جبّار بن سفیان رضی اللہ عنہ۔ بنی مخزوم سے

☆ ۳۴۔ حضرت عبداللہ بن سفیان رضی اللہ عنہ' حضرت جبارؓ کے بھائی۔

☆ ۳۵۔ حضرت ہشام بن ابو حذیفہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ۔

☆ ۳۶۔ حضرت سلمہ بن ہشام بن مغیرہ رضی اللہ عنہ۔ (ابوجہل کے بھائی)

☆ ۳۷۔ حضرت عیّاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ۔ (ابوجہل کے بھائی)

☆ ۳۸۔ حضرت مُعَتِّب بن عوف رضی اللہ عنہ۔ بنی خزاعہ سے

☆ ۳۹۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ۔ بنی جُمح سے۔ حضرت عمرؓ کے برادرِ نسبتی۔

☆ ۴۰۔ حضرت سائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ۔

☆ ۴۱۔ حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ کے بھائی

☆ ۴۲۔ حضرت عبداللہ بن مظعون رضی اللہ عنہ' عثمانؓ و قدامہؓ کے بھائی

☆ ۴۳۔ حضرت حاطب بن حارث رضی اللہ عنہ۔ بنی جمح سے۔ (اہلیہ فاطمہؓ ساتھ تھیں)

☆ ۴۴۔ حضرت محمد بن حاطب بن حارث رضی اللہ عنہ۔

☆ ۴۵۔ حضرت حارث بن حاطب بن حارث رضی اللہ عنہ۔

☆ ۴۶۔ حضرت خطاب بن حارث رضی اللہ عنہ۔ حاطب بن حارثؓ کے بھائی (اہلیہ فکیہہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں)

☆ ۴۷۔ حضرت سفیان بن معمر رضی اللہ عنہ۔ بنی جمح سے

☆ ۴۸۔ حضرت جابر بن سفیان بن معمر رضی اللہ عنہ۔

☆ ۴۹۔ حضرت جُنادہ بن سفیان بن معمر رضی اللہ عنہ (حضرت سفیانؓ کی اہلیہ' جابر و جُنادہ کی ماں حسنہؓ ساتھ تھیں)

☆ ۵۰۔ حضرت شُرَحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت حسنہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے شوہر سے بیٹے۔ بنی غوث بن مرّ سے۔

☆ ۵۱۔ حضرت عثمان بن ربیعہ بن اہبان رضی اللہ عنہ

☆ ۵۲۔ حضرت خُنَیس بن حُذافہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے داماد۔ اُمّ المؤمنین حضرت حَفصہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر۔ بنی سہم سے

☆ ۵۳۔ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ

☆ ۵۴۔ حضرت ہشام بن عاص بن وائل رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمرو ابن العاص کے بھائی۔

☆ ۵۵۔ حضرت قیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ۔

☆ ۵۶۔ حضرت ابو قیس بن حارث رضی اللہ عنہ

☆ ۵۷۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ

☆ ۵۸۔ حضرت حارث بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ۔

☆ ۵۹۔ حضرت معمر بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ۔

☆ ۶۰۔ حضرت بشر بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ۔

☆ ۶۱۔ حضرت سعید بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ بنی تمیم سے۔ حضرت بشر بن حارث ؓ کے ماں جائے بھائی۔

☆ ۶۲۔ حضرت سعید بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ

☆ ۶۳۔ حضرت سائب بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ

☆ ۶۴۔ حضرت عمیر بن رئاب رضی اللہ عنہ

☆ ۶۵۔ حضرت محمیہ بن الجزء رضی اللہ عنہ۔ بنی زُبید سے۔

☆ ۶۶۔ حضرت معمر بن عبداللہ بن فضلہ رضی اللہ عنہ۔ بنی عدی سے

☆ ۶۷۔ حضرت عُروہ بن عبدالعزیٰ رضی اللہ عنہ۔ بعض نے عروہ بن ابی اثاثہ بن عبدالعزیٰ لکھا ہے۔

☆ ۶۸۔ حضرت عدی بن نضلہ رضی اللہ عنہ۔ بنی عدی سے

☆ ۶۹۔ حضرت نعمان بن عدی بن نضلہ رضی اللہ عنہ

☆ ۷۰۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ۔ بنی عنز بن وائل سے۔ خطاب نے ان کو بیٹا بنا رکھا تھا (اہلیہ لیلیٰ بنت ابی حثمہؓ ساتھ تھیں)

☆ ۷۱۔ حضرت ابو سبرہ بن ابی رُہم رضی اللہ عنہ۔ بنی عامر بن لُوی سے حضورِ اکرم ﷺ کی پھوپھی برہ بنت عبدالمطلبؓ کے بیٹے (اہلیہ اُمِ کلثومؓ ساتھ تھیں)

☆ ۷۲۔ حضرت عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ۔ بنی عامر بن لوی سے

☆ ۷۳۔ حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ

☆ ۷۴۔ حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ حضرت سہیل بن عمرو ؓ کے بھائی۔

☆ ۷۵۔ حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ (اہلیہ حضرت سودہؓ ساتھ تھیں جو بعد میں ام المومنین بنیں)

☆ ۷۶۔ حضرت مالک بن زمعہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت سودہ ؓ کے بھائی (اہلیہ عمرہ بنت السعدیؓ ساتھ تھیں)

☆ ۷۷۔ حضرت حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ بعض نے ابو حاطب لکھا ہے۔

☆ ۷۸۔ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ۔ یمنی تھے۔

☆ ۷۹۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ۔ بنی حارث بن فہر سے

☆ ۸۰۔ حضرت سہیل بن بیضا رضی اللہ عنہ۔

☆ ۸۱۔ حضرت عمرو ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ۔

☆ ۸۲۔ حضرت عیاض ابن زہیر رضی اللہ عنہ۔ بعض نے ان کے بجائے ربیعہ بن بلال ؓ کا نام لکھا ہے۔

☆ ۸۳۔ حضرت عمرو بن حارث بن زہیر رضی اللہ عنہ۔

☆ ۸۴۔ حضرت عثمان بن عبد غنم بن زہیر رضی اللہ عنہ۔

☆ ۸۵۔ حضرت سعد بن عبدِ قیس رضی اللہ عنہ۔ بعض نے ان کا نام سعید لکھا ہے۔

☆ ۸۶۔ حضرت حارث بن عبد قیس رضی اللہ عنہ

☆ ۸۷۔ حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔ **ابن عبدالبر** نے انھیں اس ہجرت میں شامل گردانا ہے۔ ابن اسحاق مشکوک ہیں کہ پتا نہیں، یہ شامل تھے یا نہیں۔ البتہ **واقدی** اور ابنِ **عقبہ** لکھتے ہیں کہ یہ شامل نہیں تھے (۲۰۵۔الف)

حبشہ کے لیے کُفّارِ کا وفد

جب سو سے زیادہ صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) حبشہ پہنچ گئے تو میں سمجھتی ہوں

کہ کُفّار نے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے کی غرض سے نہیں، اِس نقطۂ نظر سے ان کا پیچھا کیا کہ اگر یہ حبشہ میں ایک نیک دل عیسائی بادشاہ کی حکومت میں آرام چین سے رہے تو جلد یا بدیر اپنے آپ کو مضبوط کر کے ہمارے لیے مشکلات پیدا کردیں گے۔ یوں، انھوں نے دشمنِ اسلام ہوتے ہوئے ہجرت کی غرض و غایت کو جان لیا اور اس کے ازالے کی کوشش کی۔ لیکن ہمارے سیرت نگار آج تک ظلم اور مظلومیت کے حوالوں سے باہر نہیں نکلے۔

بہرحال، کُفّارِ مکہ نے دو افراد پر مشتمل ایک وفد نجاشی اصحمہ / اصحم کے پاس بھیجا تاکہ اس کی خدمت میں تحفے تحائف پیش کر کے مسلمانوں کی مکہ کو واپسی کا اہتمام کیا جائے۔ عمرو بن عاص پر تو تمام سیرت نگار متفق ہیں (۲۰۵۔ب) لیکن وفد کے دوسرے رکن کے بارے میں آرا مختلف ہیں۔ **ابنِ اسحاق، ابنِ ہشام، طبری، قسطلانی، ابُوالاعلیٰ مودودی، مصباح الدین شکیل اور محمد ادریس کاندھلوی** لکھتے ہیں کہ وفد کا دوسرا رکن عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی (ابوجہل کا ماں جایا بھائی) تھا۔ (۲۰۶) شبلی نعمانی، صفی الرحمان مبارکپوری، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر اور جعفر سبحانی دوسرے آدمی کا نام "عبداللہ بن ربیعہ" لکھتے ہیں (۲۰۷) عُروہ بن زبیر، عبدالرحمان ابنِ جوزی، محمد باقر مجلسی، عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب، معین واعظ کاشفی اور پیر محمد کرم شاہ "عمارہ بن ولید" کو دوسرا آدمی مانتے ہیں۔ (۲۰۸) اگرچہ کاشفی نے "ایک اور روایت" اور پیر محمد کرم شاہ نے ابن ہشام کے حوالے سے اور بعد میں حضرت امِ سلمہؓ کی روایت میں عبداللہ بن ابی ربیعہ کا نام بھی لکھ دیا ہے۔ حیات القلوب میں "زمعہ عمارہ" لکھا ہے اور ظفر حسن امروہوی نے "عبداللہ بن ربیعہ" لکھنا چاہا ہے لیکن "عبداللہ بن امیہ" لکھ دیا ہے۔ (۲۰۹)

یعقوبی نے بھی عمارہ بن ولید مخزومی کو کفار مکہ کے وفد کا دوسرا رکن لکھا ہے۔ (۲۱۰) جعفر شاہ پھلواروی نے اس اختلاف کو یوں حل کیا ہے "طبرانی اور بزار نے عبداللہ بن ربیعہ کی بجائے عمارہ بن ولید کا نام لکھا ہے۔ ممکن ہے، دونوں ہوں۔"

(۲۱۰۔الف) مگر درست یہی ہے کہ وہ عبداللہ بن ابی ربیعہ تھا۔ ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: "بہت سے لوگوں نے عبداللہ بن ربیعہ لکھا ہے لیکن ابن ہشام نے بن ابی ربیعہ لکھا ہے۔ یہ حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کا سگا بھائی تھا (۲۱۱) علامہ عبدالحیٔ کتانی اپنی تالیف "التراتیب الاداریہ" میں لکھتے ہیں کہ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ تابعین میں سے تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی خلافت کے زمانے میں بصرہ کے گورنر تھے۔ ان کی والدہ حبشہ کی تھیں اور نصرانی تھیں۔۔۔ (۲۱۲) اس سے بھی یہی مترشّح ہوتا ہے کہ عبداللہ بن ابی ربیعہ کا حبشہ سے کوئی تعلّق تھا اور رہا۔ اگرچہ شاہ معین الدین ندوی نے حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کا ذکر تابعین میں نہیں کیا۔ (۲۱۳)

وفدِ کُفّار کی کاوش

کُفّار کے دو سُفَرا (عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ) نے حبشہ پہنچ کر، پہلے ہر بشپ اور رئیس کی خدمت میں حاضری دی، تحائف پیش کیے اور انھیں اپنا ہمنوا بنایا۔ ان سے اپنی امداد کا وعدہ لینے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سجدہ کیا، تحائف پیش کیے (۲۱۴) ابن ہشام نے لکھا ہے کہ مکہ کا بڑا تحفہ چمڑہ تھا۔ مُسندِ احمد میں ہے کہ یہی تحفے عمائد سلطنت کو اور بادشاہ کو پیش کیے گئے تھے۔ (۲۱۵) ابنِ اسحاق اور احمد بن حنبل نے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہ (جو اس وقت حضرت ابو سلمہؓ کی بیوی تھیں۔ بعد میں امّ المؤمنین بننے کا شرف پایا) کی روایت نقل کی ہے کہ وفدِ کفّار نے نجاشی کو بیش قیمت نذرانے دینے کے بعد کہا کہ ہمارے شہر کے چند نادان نوجوان بھاگ کر آپ کے ہاں آگئے ہیں اور قوم کے اشراف نے ہمیں آپ کے پاس ان کی واپسی کی درخواست کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ یہ لڑکے ہمارے مذہب سے بھی نکل گئے ہیں اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے ایک نرالا دین نکال لیا ہے۔ (۲۱۶)

عمرو ابن العاص جب بادشاہ کی خدمت میں عرض واشت پیش کرنے سے فارغ ہُوا تو عیسائی پادریوں اور بشپوں نے ان کی تائید کی لیکن بادشاہ (اصحمہ نجاشی) نے صحابۂ کرامؓ کو

بُلا بھیجا۔ مہاجرین حبشہ نے حضرت جعفرِ طیارؓ کو اپنا نمائندہ مقرر کیا۔ ابنِ کثیر نے لکھا ہے
کہ جب حضرت جعفرؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دربار میں تشریف لے گئے تو انھوں نے
شاہی آداب کے مطابق بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا بلکہ سر اٹھائے ہوئے اسے سلام کہا۔ جب
بادشاہ نے اس سلسلے میں استفسار کیا تو حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے فرمایا:

"ہم اللہ کے بغیر اور کسی کو سجدہ نہیں کیا کرتے۔ ہمارے رسولِ کریم ﷺ
نے ہمیں بتایا ہے کہ اہل جنت جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو وہ اسی طرح
ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں"۔ (۲۱۷)

اس واقعے کی روایت حضرت اُمِّ سلمہؓ نے کی ہے جسے سیرتِ ابنِ اسحاق اور
مُسندِ احمد کے علاوہ بہت سی کتابوں نے نقل کیا ہے۔ ایک روایت حضرت عبداللہ بن
مسعودؓ کی ہے جسے طبرانی اور احمد بن حنبل نے لکھا ہے۔ ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت
ابو مُوسیٰ اشعریؓ کی روایت نقل کی ہے (بعض لوگوں نے انھیں بھی مکہ سے حبشہ کی
طرف ہجرت کرنے والوں میں شمار کیا ہے "لیکن صحیح یہ ہے کہ انھوں نے مکہ سے ہجرت
نہیں کی تھی بلکہ پہلے وہ مکہ میں آ کر مسلمان ہوئے' پھر یمن میں واپس جا کر اسلام کی
اشاعت کی۔ اس کے بعد اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ جن کی تعداد ۵۲' ۵۳ بتائی جاتی
ہے' ایک کشتی میں یمن سے روانہ ہوئے' مگر ہواؤں نے ان کی کشتی کو حبش کے ساحل پر
لا ڈالا۔ اس طرح وہ مہاجرین حبشہ سے جا ملے (۲۱۸) ایک روایت ابنِ عساکر اور طبرانی
نے عبداللہ بن جعفر کے حوالے سے خود حضرت جعفرِ طیارؓ سے نقل کی ہے۔

نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ وہ کیسا دین ہے۔ جس کے لیے تم نے اپنا آبائی
مذہب بھی چھوڑ دیا' میرا دین بھی قبول نہیں کیا اور کسی اور مذہب کو بھی اختیار نہیں کیا؟

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی دربارِ نجاشی میں تقریر

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ابنِ اسحاق نے حضرت جعفرؓ
کی وہ تقریر نقل کی ہے جو انھوں نے بادشاہ کے جواب میں اپنے مؤقف کی وضاحت میں
کی۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا:

"اے بادشاہ! ہم ایک جاہلیت میں پڑی ہوئی قوم تھے۔ بُت پوجتے تھے' مُردار
کھاتے تھے' فحش کام کرتے تھے' قطع رحمی کرتے تھے۔ ہمسائیگی اور عہد و امان کا پاس کرنے
میں بُرا رویّہ رکھتے تھے۔ اور ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھائے جاتا تھا۔ ہم اسی حال پر تھے
کہ اللہ نے ہماری طرف خود ہم میں سے ایک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھیجا جس کے
نسب' جس کی صداقت جس کی امانت اور جس کی پاک دامنی کو ہم جانتے تھے۔ اس نے
ہمیں اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اس کی توحید کے قائل ہوں اور اسی کی عبادت کریں۔ اور
ان پتھروں اور بتوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہم اور ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔ اس
نے ہمیں راست گوئی' امانت داری' صلۂ رحمی' ہمسائیگی اور عہد و امان کی پاسداری کا اور
حرام افعال اور خوں ریزی سے باز رہنے کا حکم دیا۔ ہم کو فواحش سے' جھوٹ سے' مالِ یتیم
کھانے سے' پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے روکا۔ ہمیں صرف خدائے واحد کی
عبادت کرنے اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کرنے کی تلقین کی اور ہمیں نماز
پڑھنے' زکوٰۃ دینے اور روزہ رکھنے کی ہدایت کی۔۔۔۔ پس ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس
پر ایمان لائے۔ اور جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے لایا تھا' اس میں اس کی پیروی کی۔ ہم نے
صرف اللہ کی عبادت کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا۔ جس چیز کو اس نے ہم پر
حرام کر دیا' اسے ہم نے حرام کیا اور جس کو اس نے ہمارے لیے حلال کر دیا' اسے ہم نے
حلال کیا۔ اس پر ہماری قوم ہم پر ٹوٹ پڑی۔ اس نے ہم کو عذاب دیے اور دین کے
معاملے میں ہم پر ظلم توڑے تاکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بُتوں کی طرف پھیر دے۔
اور ہم ان تمام خبائث کو پھر سے حلال کر لیں جنھیں پہلے حلال کیے ہوئے تھے۔ آخرِ کار
جب انھوں نے ہم پر سختی کی اور ظلم ڈھایا اور ہماری زندگی تنگ کر دی اور ہمارے دین کے
راستے میں حائل ہو گئے تو ہم آپ کے ملک کی طرف نکل آئے۔ اور دوسرے کے بجائے
آپ کے ہاں آنا پسند کیا اور آپ کی پناہ لینی چاہی' اس امید پر کہ اے بادشاہ! آپ کے ہاں
ہم پر ظلم نہ ہو گا۔" (۲۱۹)

نجاشی نے کہا' جو کلامِ الٰہی تمہارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اُترا ہے' کہیں

سے پڑھو۔ حضرت جعفرؓ نے سُورۂ مریم کی چند آیتیں پڑھیں (۲۲۰) نجاشی پر رِقت طاری ہوئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر کہا۔ خدا کی قسم! یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔ یہ کہ کر سفرائے قریش سے کہا' تم واپس جاؤ۔ میں ان مظلوموں کو ہرگز واپس نہ دوں گا۔ (۲۲۱)

جب کفارِ قریش کے سفیر خائب و خاسر دربار سے نکلے تو عمرو بن العاص نے اپنے ساتھی عبداللہ ابن ابی ربیعہ سے کہا' کل میں ان کے بارے میں ایسی چال چلوں گا' جو ان کی جڑیں اکھیڑ کر رکھ دے گی۔ دوسرے دن بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھا تو عمرو نے آگے بڑھ کر اسے کہا: جہاں پناہ! یہ عیسیٰؑ بن مریم کے حق میں بڑی نازیبا باتیں کرتے ہیں۔ بادشاہ کی طلبی پر حضرت جعفرؓ دربار میں تشریف لائے تو نجاشی نے سوال پوچھا کہ عیسیٰ بن مریمؑ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا: ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبیؐ کریم ﷺ نے ان کے بارے میں بتایا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بندے' اللہ کے رسول' اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے کنواری اور عبادت گزار مریم کے اندر ڈالا ہے۔" مستدرک حاکم میں ہے کہ یہ سُن کر نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا' وہاں سے ایک تنکا (اور بعض لکھتے ہیں کہ ایک مسواک کا ایک ریشہ) اٹھایا اور کہا: بخدا جو کچھ تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا ہے' وہ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔

مُسندِ احمد کے حوالے سے سیرت ابن کثیر میں ہے کہ نجاشی نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا: "میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں اور جس ہستی کے پاس سے تم آئے ہو' اسے بھی مرحبا کہتا ہوں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں: یہ وہی ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں۔ یہ وہی رسول ہیں جن کی آمد کا مژدہ عیسیٰ بن مریمؑ نے دیا تھا۔ میرے ملک میں جہاں چاہو' قیام کرو۔ خدا کی قسم! اگر مجھے حکومت کی مجبوریاں نہ ہوتیں تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور حضور ﷺ کا کفش بردار بنتا اور انھیں وضو کرانے کی سعادت حاصل کرتا۔" (۲۲۲) بعض اہلِ سِیَر کا خیال ہے

کہ نجاشی اس موقع پر مسلمان نہیں ہو گئے تھے۔ یہ بعد کا واقعہ ہے۔

سُفَرائے قریش سے مکالمہ

عُروہ بن زبیر راوی لکھتے ہیں کہ حضرت جعفرؓ نے نجاشی سے کہا کہ میں سفرائے قریش سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ کی اجازت سے انھوں نے پوچھا کہ کیا ہم کسی کے غلام ہیں جو اپنے آقاؤں سے بھاگ کر آئے ہیں؟ عمرو نے جواب دیا کہ نہیں' بلکہ آزاد اور شریف ہو۔ حضرت جعفرؓ نے پوچھا کہ کیا ہم کسی کا خون کر کے بھاگے ہیں؟ اس کا جواب بھی "نہیں" کی صورت میں ملا۔ پھر انھوں نے دریافت کیا کہ کیا ہم کسی کا مال لے کر فرار ہوئے ہیں؟ عمرو نے کہا' ایسا بھی نہیں۔ (۲۲۳)

اِس صورت میں ایک عادل بادشاہ کا یہی رویہ ہو سکتا تھا جو نجاشی اصحمہ (اصحم) نے اختیار کیا۔ اس نے مسلمانوں کو امن و سکون سے رہنے کی اجازت دی اور سفرائے قریش کو بے نَیلِ مرام واپس مکّہ کو لوٹنا پڑا۔

طبری اور شاید ان کے تتبّع میں شیخ محمد رضا (مصری) نے حضرت جعفرؓ کی تقریر کا ذکر ہی نہیں کیا۔

تقریر میں نماز' روزے اور زکوٰۃ کا ذکر

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ابوالمساکین (۲۲۴) حضرت جعفرِ طیار رضی اللہ عنہ کے خطاب (بدربارِ نجاشی) میں نماز' روزے اور زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے۔ عبدالرؤف دانا پوری لکھتے ہیں کہ "اس وقت نماز دو وقت کی فرض تھی: ضحیٰ اور عصر۔ لیکن صوم اور زکوٰۃ اُس وقت فرض نہ تھا بلکہ وہ بہت پیچھے ہجرت کے بعد مدینہ میں فرض ہوا۔ مگر حضرت جعفرؓ کی اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ صومِ نافلہ اور زکوٰۃ نافلہ کی تعلیم حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت بھی دیتے تھے"۔ (۲۲۵)

اس موضوع پر محمد جعفر شاہ پھلواروی نے تفصیلی گفتگو کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قارئینِ محترم کے لیے اس سے آگاہی ضروری ہے۔ لکھتے ہیں۔ "جناب جعفرؓ

کی اِس تقریر میں جو انھوں نے نجاشی کے دربار میں کی تھی' نماز اور زکٰوۃ ادا کرنے کے حکم کا بھی ذکر ہے (بعض روایات میں روزے کا بھی ذکر ہے) سوال یہ ہے کہ زکٰوۃ کی فرضیت تو ہجرتِ مدینہ کے بعد سن ۲ ہجری کے لگ بھگ نازل ہوئی تھی۔ پھر یہ کون سی زکٰوۃ ہے جس کا جعفرِ طیار ؓ ذکر کر رہے ہیں؟ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مکّی آیات میں دس بارہ جگہ زکٰوۃ کی ترغیب موجود ہے۔ مثلاً" قد افلح المومنون.. وھم للزکوۃ فاعلون وغیرہ۔ حکم تو کسی مکی آیت میں نہیں مگر بڑی زور دار ترغیبات موجود ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ کس قسم کی زکٰوۃ تھی جس کا کئی جگہ مکی آیات میں ذکر ہے اور جس کا جناب جعفر ؓ اپنی تقریر میں ذکر فرما رہے ہیں' ظاہر ہے کہ یہاں زکٰوۃ کی وہ نوعیت نہ تھی جو مدنی زندگی میں متعین ہوئی۔

مدنی زندگی میں اس کی نوعیت یہ رکھی گئی کہ اتنے سونے میں اتنی زکٰوۃ' اتنی چاندی میں اتنی' اتنے اونٹوں' گایوں اور بکریوں میں اتنی پیداوار میں اتنی زکٰوۃ ادا کرنا ضروری ہے اور اس میں بھی فلاں فلاں شرطیں ہیں۔ یہ تفصیلات نہ قرآن میں ہیں اور نہ مکی زندگی میں تھیں' اس کے باوجود وہ بھی زکٰوۃ ہی تھی اور جو تفصیلات مدنی زندگی میں آنے کے بعد احادیث سے معلوم ہوتی ہیں' وہ بھی زکوۃ ہی ہے۔

یقینی بات ہے کہ مکی زندگی میں زکوۃ کا سسٹم کچھ اور ہو گا اور مدنی زندگی میں اس کا نظام کچھ اور ہو گیا۔ لیکن زکٰوۃ دونوں ہی کو کہا گیا۔ نماز کے متعلق بھی یہی بیان کیا جاتا ہے کہ نمازِ پنج گانہ ہجرت سے ایک سال قبل شبِ اسرا میں فرض ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس سے بارہ سال پہلے نماز پنج گانہ نہ تھی۔ غالباً صبح شام کی تھی' اور وہ بھی نماز ہی تھی۔

یہاں پھر ہم اس بات کو دُہراتے ہیں کہ نماز و زکٰوۃ وغیرہ اگرچہ دیر میں فرض ہوئی ہوں لیکن پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رُخ ابتدا ہی سے صحیح سمت میں ہوتا ہے۔ ہمیں بہت سے احکام ایسے ملتے ہیں جن پر حضور ﷺ عمل پہلے ہی سے کرتے رہے اور اس کی آسمانی توثیق (کنفریشن) بعد میں ہوئی۔ حضور ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینے پہنچنے سے پہلے قبا میں پہلا جمعہ ادا فرمایا۔ اس وقت تک جمعہ فرض نہ ہوا تھا لیکن بعد میں

وحیِ الٰہی نے نمازِ جمعہ پر مُہرِ توثیق ثبت کر دی۔" (۲۲۶)

حبشہ کا وفد/نجّاشی کا وفد

سیرۃ ابنِ اسحاق میں ہے کہ ہجرتِ حبشہ کے بعد جب رسولُ اللہ ﷺ کی نبوت کی خبر حبشہ میں پھیلی تو وہاں کے نصاریٰ کا وفد جو کم و بیش بیس افراد پر مشتمل تھا' حضور رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے انھیں اسلام کی دعوت دی اور ان کے آگے قرآنِ مجید کی تلاوت کی۔ قرآنِ پاک سن کر اور حضور ﷺ کی صفات جان کر انھوں نے اسلام کی دعوت کو قبول کر لیا۔ ابو جہل اور دیگر کُفّار نے ان کے بارے میں باتیں بھی بنائیں مگر وفد کے ارکان نے جواب دیا کہ ہم جہالت میں تمھارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمھارے' تمھارے لیے۔ ہم اپنے آپ کو بھلائی سے محروم نہیں رکھ سکتے۔ ابنِ اسحاق نے کہا کہ اس وفد کے بارے میں **سورۃ القصص** کی آیات ۵۲ تا ۵۵ نازل ہوئیں (۲۲۷) ملا معین واعظ کاشفی نے لکھا ہے کہ اس وفد کے سب سے بڑے عالم کا نام طابُور تھا۔ (۲۲۸)

سیرۃ ابنِ اسحاق میں اسماعیل بن عبدالرحمان کی روایت بھی نقل کی گئی ہے جو احمد نے یونس بن بُکَیر کے حوالے سے اسباط بن ہمدانی کی وساطت سے بیان کی کہ نجاشی شاہِ حبشہ نے رسولُ اللہ ﷺ کی خدمت میں بارہ آدمیوں کا وفد بھیجا جس میں سات راہب اور پانچ پادری (یا پانچ راہب اور سات پادری) تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں **سورہ المائدہ** کی آیت نمبر ۸۳ نازل فرمائی کہ "جب وہ قرآن مجید کو سنتے ہیں جو رسولُ اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا تو تم دیکھتے ہو کہ حق کو پہچان لینے کے بعد ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں اور وہ بول اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے' ہمارا نام حق کی گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ یہ بات **سیرتِ احمدِ مجتبیٰ** ﷺ میں اسی طرح نقل ہوئی ہے (۲۲۹) ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ میں زہری

سے المائدہ کی آیت نمبر ۸۳ اور **الفرقان** کی آیت نمبر ۶۳ (جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا "اور جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ "تم کو ہمارا سلام") کے شانِ نزول کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ میں اہلِ علم سے یہ سنتا آیا ہوں کہ یہ آیات شاہِ نجاشی اور اس کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی تھیں (۲۳۰)

سیرتِ سرورِ عالم ﷺ میں صرف حبشہ کے ۲۰ عیسائیوں کے وفد ہی کا ذکر کیا گیا ہے (۲۳۱) معارج النبوت نے اسی وفد کے سربراہ طابور سے بعد میں نجاشی سے گفتگو کا ذکر کیا ہے (۲۳۲) البتہ **مرتضیٰ حسین فاضل** نے لکھا ہے کہ پادریوں نے تحقیقِ احوال کے لیے ایک وفد تیار کیا اور ۲۰، ۳۰ علما و زعما کے روانہ ہوئے۔ وہاں انھوں نے حضورِ اکرم ﷺ کی نشست و برخاست، آپ ﷺ کے عادات و اطوار کا جائزہ لیا۔ سوال و جواب کے بعد آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں جن میں سورہ **المائدہ** کی آیت نمبر ۱۱۰ بھی تھی "..... اور حضرت عیسیٰ بن مریمؑ سے خطاب ہوگا کہ تم اس نعمت کو یاد کرو، جو میں نے تمھیں اور تمھاری والدہ کو دی۔ ہم نے روح القدس سے تمھاری تائید کی۔ تم گہوارے سے لے کر بڑھاپے تک لوگوں سے باتیں کرتے رہے"۔ (۲۳۳)

شاہِ حبشہ کا عریضہ

شاہ مصباح الدین شکیل نے حضور رسولِ اکرم ﷺ کے نام شاہِ حبشہ کے خط کا ترجمہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے، یہ اسی وفد (راہبوں اور پادریوں پر مشتمل بارہ افراد کے وفد) کے ذریعے روانہ کیا گیا ہو۔ خط انھوں نے ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی کے حوالے سے نقل کیا ہے، اگرچہ حاشیے میں سیاسی وثیقہ جات (۲۳۴) کا ذکر ہے۔ (۲۳۵)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے تو اس خط کو نقل کرنے سے پہلے لکھا ہے کہ سن ۶ ہجری

میں حضورِ اکرم ﷺ کی خواہش پر نجاشی نے مسلمانوں کو مدینہ روانہ کیا۔ "مؤرخ لکھتے ہیں کہ نجاشی نے کئی کشتیاں اور بھی ساتھ کیں جن میں اس کا بیٹا اور بہت سے حبشی تھے۔" اس کے بعد ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے طبری اور ابن اسحاق کے حوالے سے خط نقل کیا ہے اور پھر لکھا ہے کہ یہ وفد حبشہ سے چلا لیکن بعض مؤرخ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کشتیاں جن میں حبشی تھے، سب ڈوب گئیں، تو بعض مؤرخ یہ بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے چند سلامت رہیں۔ جب یہ سفارت مدینہ آئی تو آنحضرت ﷺ وفورِ اخلاق سے خود ان کی خدمت فرماتے رہے۔ یہ حبشی سپاہی بعض جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ شریک بھی رہے۔ سمہودی نے تاریخِ مدینہ میں یہاں تک لکھا ہے کہ نجاشی کے بیٹے نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موالات یا بھائی چارہ اختیار کر لیا، اور حبشہ واپس جا کر تخت نشین ہونے سے انکار کر دیا۔ (۲۳۶)

حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں شاہِ حبشہ کا وہ عریضہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت محمدؐ رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) از طرف نجاشی اصحم بن ابجر۔ اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔ اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا خط مجھے ملا جس میں حضرت عیسیٰؑ کا ذکر تھا۔ زمین اور آسمان کے مالک کی قسم کہ آپ کی بیان کردہ چیز سے حضرت عیسیٰؑ رتّی بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔ وہ ویسے ہی تھے جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔ ہم نے آپ ﷺ کے فرستادوں سے تعارُف حاصل کیا اور آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور اس کے ساتھیوں کی مہمان داری کی۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے اور تصدیق یاب رسول ہیں۔ میں نے آپ کے چچا زاد بھائی اور اس کے ساتھیوں کی بیعت کی اور اس کے ہاتھوں خدائے ربّ العالمین کے سامنے سرِ اطاعت خم کیا۔ میں نے آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا بن اصحم

بن ابجر کو بھیجا ہے۔ کیونکہ میں اپنی ذات کے سوا کسی کا مالک نہیں۔ اگر آپ چاہیں کہ میں آپ کے پاس آجاؤں تو آجاؤں گا کیونکہ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ جو فرماتے ہیں' وہ حق ہے' والسّلام علیک یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ (۲۳۷)

ہمارے خیال میں' اپنے متن اور مندرجات کے اعتبار سے شاہِ حبشہ کا یہ عریضہ سن ۶ ہجرت کا نہیں معلوم ہوتا۔ سن ۶ ہجری میں تو ہجرت حبشہ کو ۱۴ برس ہو چکے تھے۔ اس عریضے کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضور ﷺ کے مکتوبِ گرامی کے جواب میں لکھا گیا۔ اگر یہ پہلے کے بجائے اس دوسرے مکتوبِ گرامی کے جواب میں ہوتا جو عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے تو اس میں عمرو کا ذکر آتا۔ لیکن یہاں حضرت جعفرِ طیارؓ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ملتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے' کہ شاہ مصباح الدین شکیل بھی اسے سن ۶ ہجری کا تحریر کردہ نہیں مانتے اسی لیے انھوں نے لکھا ہے کہ شاید یہ نجاشی کے بارہ رکنی وفد کے ذریعے روانہ کیا گیا ہو۔ لیکن انھوں نے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تردید بہرحال نہیں کی۔ اس سلسلے میں سب سے بہتر پیر محمد کرم شاہ رہے ہیں جو اس بحث ہی میں نہیں پڑے کہ یہ کب کا ہے۔

نجاشی کا بیٹا

نجاشی کے محولہ بالا مکتوب بخدمت محمدؐ رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس کے بیٹے ارہا کا ذکر ہے۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ میں ہے کہ "ارہا ۹ ہجری میں فوت ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابجر یقینی طور پر اللہ گبرز (Ella Gabaz) کی بگڑی ہوئی شکل ہے جس کے سکّے معروف ہیں۔ اسی طرح ارہا درحقیقت ارماح ہوگا۔ اس کے بھی سکّے دستیاب ہو چکے ہیں (بہرحال الا صحم جو شاید الہ صحم Ella Saham ہے' کے متعلق کوئی تذکرہ محفوظ نہیں رہا) (۲۳۸) تاریخِ طبری کے اردو ترجمے از سیّد محمد ابراہیم ندوی میں ارہا کو "ارحا" لکھا ہے (۲۳۹) طبری نے لکھا ہے کہ نجاشی نے اپنے بیٹے کو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ ایک کشتی میں حجاز روانہ کیا مگر وسط سمندر میں کشتی مع تمام مسافروں کے'

غرقاب ہو گئی (۲۴۰)

ابنِ اسحاق نے نجاشی کے ایک اور بیٹے ابونیزر کا ذکر کیا ہے جو عظیم' قد آور اور خوبصورت جوان تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے مکہ کے ایک تاجر کے پاس پایا اور اسے خرید کر آزاد کر دیا۔ ابونیزر کے پاس حبشہ سے کچھ لوگ آئے جو ایک مہینے تک اس کے پاس رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی میزبانی کرتے رہے۔ حبشہ کے لوگوں نے ابونیزر کو بادشاہ بنانے کی پیشکش کی مگر اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام سے مشرف فرمایا ہے' میں واپس نہیں جاؤں گا۔ (۲۴۱) مرتضیٰ حسین فاضل نے المبرد الکامل اور حیات القلوب کے حوالے سے البتہ یہ لکھا ہے۔ "نجاشی اصحمہ نے اپنے بیٹے کا نام "محمد" رکھا۔ اس نے ہدایا بھیجے' اس کا فرستادہ شہزادہ بانیز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زمین اور بسیع کے چشموں کی نگرانی کرتا رہا۔ (۲۴۲) اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ نے صرف "ارہا" کا ذکر کیا ہے' اصحم / اصحمہ کے کسی اور بیٹے کا ذکر نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے' انھیں ابنِ اسحاق اور المبرد الکامل کی روایتوں پر اعتبار نہیں ہے۔ بہرحال' ایک بات طے ہے کہ اصحمہ خود بھی ایمان لایا اور اسلام کی حقّانیت کے اثرات اس کی اولاد پر بھی ہوئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قصدِ ہجرتِ حبشہ

کُتبِ سیرت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہجرتِ حبشہ کے قصد سے (اکیلے) نکلے۔ زرقانی کے مطابق مکّہ معظمہ سے یمن کی سمت پانچ دن کی راہ پر واقع بستی "برک الغماد" پہنچے (۲۴۳) وہاں قبیلہ قارہ کے رئیس ابن الدغنہ سے ملاقات ہو گئی تو وہ انھیں اپنی پناہ میں واپس لے آیا۔ معین واعظ کاشفی ابن الدغنہ کے بجائے حارث ابن زید کا ذکر کرتے ہیں (۲۴۴) لیکن ابن الدغنہ والی روایت ہی درست معلوم ہوتی ہے۔ لکھا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسی جگہ پر نماز پڑھتے تھے اور قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے تھے کہ لوگ انھیں دیکھ سکتے تھے۔ کفار نے ابن الدغنہ سے شکایت کی کہ ابوبکر کے عمل سے

ہمارے لوگ متأثّر ہوتے ہیں، اس لیے انھیں روکو۔ اس نے بقولِ شبلی حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اب میں تمھاری حفاظت کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ مجھ کو خدا کی حفاظت بس ہے، میں تمھارے جوار سے استعفٰی دیتا ہوں۔ مطلب یہ کہ انھوں نے ابن الدغنہ کی پناہ واپس کر دی۔

عام طور سے سیرت نگار حضرات یہ نہیں بتاتے کہ حضرت ابوبکرؓ نے قصدِ ہجرت کب کیا۔ شبلی نے تأثّر دیا ہے کہ ہجرتِ حبشہ دُوُم کے بعد ہی انھوں نے بھی ارادہ کر لیا تھا۔ پیر محمد کرم شاہ نے بھی یہی رُخ اختیار کیا ہے لیکن محمد ادریس کاندھلوی نے فتح الباری اور البدایہ والنہایہ کے حوالے لکھا ہے کہ یہ شعبِ ابی طالب میں محصوری کے زمانے کی بات ہے (۲۴۵) معارج النبوت میں ہے کہ "سیرت کی بعض کتابوں میں اس واقعے کو بیعت عقبہ کے بعد بعثت کے دسویں سال میں ذکر کیا گیا ہے"۔

عام طور سے یہی لکھا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے بھی مظالمِ کفار سے تنگ آ کر ہی ہجرت کا قصد کیا تھا۔ مثلاً" پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں: "جب اہلِ مکہ کو معلوم ہوا کہ اہل اسلام کا ایک قافلہ ہجرت کر کے حبشہ روانہ ہو گیا ہے (اس میں یہی تأثّر دیا گیا ہے کہ ہجرتِ حبشہ دوم کرنے والے بھی چوری چُھپے نکلے تھے۔ حالانکہ یہ کسی طرح قرینِ قیاس نہیں ہے کہ اتنے بہت سے لوگ بیوی بچوں سمیت اکٹھے قافلے کی صورت میں مکہ جیسی چھوٹی سی آبادی سے نکلیں اور کسی کو پتا بھی نہ چلے جبکہ وہ مختلف قبیلوں سے تعلق رکھتے ہوں اور سب برادری والے ہوں۔ شہناز) تو ان کے غیظ و غضب کی کوئی حد نہ رہی، پہلے بھی وہ بے کس مسلمانوں پر ظلم و تشدُّد کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے لیکن اب تو انھوں نے مظالم کی انتہا کر دی۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ جیسے بار سوخ اور متموّل تاجر کے لیے بھی مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا۔ آپ بھی مجبور ہو گئے کہ اس بستی سے نقل مکانی کر جائیں جس بستی کے رہنے والے ظلم ڈھانے میں درندوں کو بھی مات کر گئے ہیں"۔ (۲۴۶)

صاف ظاہر ہے کہ "بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیبِ داستاں کے لیے" کی کیفیتیں

اپنا رنگ دکھا رہی ہیں۔ ورنہ کفار کے ظلم و ستم کی داستانیں تو زیادہ تر مفلوک الحال غلاموں وغیرہ کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ قبیلے برادری والے لوگوں کے ساتھ تو اِکّا دُکّا واقعات ہی کی نشاندہی ہوتی ہے۔ پھر جب حضرت ابوبکرؓ ابن الدغنہ کی پناہ میں واپس ہوئے اور بعد میں یہ پناہ بھی لوٹا دی گئی تو حضرت ابوبکرؓ پر اس ظلم و استبداد کے نشانات نہیں ملتے جس کو بیان کرتے ہوئے سیرت نگاروں کے رونگٹے کھڑے ہو رہے ہیں۔ اصل معاملہ وہی تھا کہ وسیع تر مقصد کے حصول کی خاطر ہجرت کی گئی تھی اور اس کے فوائد بھی حاصل ہوئے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کے قصدِ ہجرت کے ذکر میں کسی سیرت نگار نے یہ تأثّر نہیں دیا کہ انھوں نے یہ ارادہ حضورِ اکرم ﷺ کی ہدایت یا اجازت سے کیا تھا۔ یہ خلا بھی کھٹکتا ہے کیونکہ یہ کسی طرح ممکن نظر نہیں آتا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی رضا یا اذن کے بغیر حضرت ابوبکرؓ ہجرت کا قصد فرماتے۔ اگر یہ واقعہ شعبِ ابی طالب کی محصوری کے دنوں میں فرض کیا جائے تو یہ بات ہضم نہیں ہوتی کہ بنو ہاشم تو بائیکاٹ بُھگت رہے تھے۔ دوسرے قبیلوں کے مسلمانوں کو کس مپرُسی کی حالت میں چھوڑ کر حضرت ابوبکرؓ اکیلے کیسے ہجرت کو چل پڑے۔

ابُو مُوسٰی اشعری رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کی ہجرت

پیر محمد کرم شاہ نے بُخاری اور ابوالاعلیٰ مودودی نے بخاری و مسلم کے علاوہ طبقات کے حوالے سے تصریح کی ہے کہ حضرت ابومُوسٰی اشعریؓ اور ان کے ساتھیوں نے مکہ سے ہجرت نہیں کی تھی بلکہ پچاس سے زیادہ ساتھیوں کے ساتھ ایک کشتی میں یمن سے مدینۂ طیبّہ کے لیے روانہ ہوئے کیونکہ انھیں اطلاع ملی تھی کہ حضورِ اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینۂ طیبّہ تشریف لے گئے ہیں۔ راستے میں سمندری طوفان نے آلیا اور ان کی کشتی کو حبشہ کے ساحل پر لا ڈالا۔ اس طرح وہ مہاجرینِ حبشہ سے آملے۔ پھر فتحِ خیبر کے موقع پر حضرت جعفر بن ابوطالبؓ کے ساتھ خیبر پہنچے

(۲۴۷) نجاشی کے خلاف ہونے والی بغاوت کو فرو کرنے میں ان حضرات نے فعّال کردار ادا کیا۔

مہاجرین کن قبائل سے تھے

سیرتِ ابنِ اسحاق، سیرتِ ابنِ ہشام اور ان کے حوالے سے ابُوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے کہ بنی ہاشم سے ۲، بنی اُمیّہ سے ۶، حُلفائے بنی امیہ سے ۶، بنی عبدِ شمس بن عبدمناف سے ایک، حُلفائے بنی نوفل بن عبدمناف سے ایک، بنی اسد بن عبدالعزّیٰ بن قُصّی سے ۴، بنی عبد بن قُصّی سے ایک، بنی عبدالدار بن قصی سے ۸، بنی زہرہ سے ۴، حُلفائے بنی زہرہ سے ۳، بنی تیم سے ۳، بنی مخزوم سے ۸، حُلفائے بنی مخزوم سے ایک، بنی جُمح سے ۱۴، بنی سہم سے ۱۳، خلفائے بنی سہم سے ایک، بنی عدی سے ۴، حلفائے بنی عدی سے ۲، بنی عامر بن لوی سے ۱۰، حلفائے بنی عامر سے ایک اور بنی الحارف بن فہر سے ۸۔ افراد نے ہجرتِ حبشۂ دُوُم میں حصہ لیا۔ (۲۴۸)

حبشہ میں ارتداد

مہاجرینِ حبشہ کے حُسنِ اخلاق اور تبلیغِ اسلام کی کاوشوں کے زیرِ اثر حبشہ کے عام لوگ بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ہوں گے۔ خود بادشاہ کا مسلمان ہو جانا اس ہجرت کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ لیکن حبشہ کی عیسائی ریاست میں رہنے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جانے کس چکاچوند سے آنکھیں خیرہ ہونے سے یا کسی اور وجہ سے عبید اللہ جحش عیسائی ہو گیا اور اسی حیثیت میں مرا۔ اس کی بیوی حضرت اُمِّ حبیبہؓ ابُوسفیان کی بیٹی تھیں۔ حبش ہی میں حضور رسولِ اکرم ﷺ نے نجاشی اصحمہ / اصحم کے توسط سے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ پیر محمد کرم شاہ نے سکران بن عمرو بن عبدشمس کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ وہ بھی عیسائی ہو گئے تھے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت سودہ (سکران بن عمرو کی اہلیہ) نے تو جب اپنے خاوند کے بدلے ہوئے تیور دیکھے تو وہ اسے وہیں چھوڑ کر فوراً مکہ واپس آ گئیں۔ حضور ﷺ نے امّ المومنین حضرت خدیجہؓ کے وصال کے بعد حضرت سودہؓ

کو شرفِ زوجیت بخشا۔ (۲۴۹)

ہمارے سامنے بہت سی کتابیں ہیں لیکن کسی اور کتاب میں حضرت سکران بن عمرو ؓ کے ارتداد کا ذکر نہیں ہے۔ حافظ افروغ حسن لکھتے ہیں کہ حبشہ سے واپس آنے کے کچھ عرصہ بعد حضرت سکران بن عمرو ؓ کا انتقال ہو گیا۔ مُوسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ ان کا انتقال حبشہ میں ہی ہو گیا تھا لیکن واقدی اور ابنِ اسحاق کی روایت کے مطابق انھوں نے اپنے آبائی شہر مکہ میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا اور سیّدہ سودہؓ پر اپنے ہم مسلک رفیقِ حیات کی موت سے رنج و محن کا ایک کوہِ گراں ٹوٹ پڑا (۲۵۰) سیر الصحابہ میں بھی ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ سکران ؓ کا ارتداد کے ساتھ کوئی تعلّق ہوا۔ (۲۵۱) لیکن پیر محمد کرم شاہ کا عمومی رویّہ یہ ہے کہ وہ حوالے کے ساتھ بات نہیں کرتے۔ انھوں نے پتا نہیں، کہاں سے یہ نئی بات نکال لی ہے جس کا کوئی جواز نہیں ملتا۔

مہاجرینِ حبشہ کی واپسی

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی نے ابنِ اسحاق کی روایت کے مطابق لکھا ہے کہ درجِ ذیل مہاجرین مختلف اوقات میں حضور ﷺ کی ہجرت الی المدینہ سے پہلے واپس آ گئے تھے:

حضرت عثمان۔ حضرت رقیہ بنتِ رسولِ کریم ﷺ۔ حضرت ابوحُذیفہ۔ حضرت ابوحذیفہ کی بیوی سہلہ بنت سہیل بن عمرو۔ حضرت عبداللہ بن جحش۔ حضرت عتبہ بن غزوان۔ حضرت زبیر بن عوّام۔ حضرت مصعب بن عمیر۔ حضرت سوبط بن سعد بن حرملہ۔ حضرت طُلَیب بن عمیر۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف۔ حضرت مقداد بن عمرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت ابوسلمہ۔ حضرت اُمِّ سلمہ۔ حضرت شمّاس بن عثمان۔ حضرت سلمہ بن ہشام۔ حضرت عیّاش بن ابی ربیعہ۔ حضرت مُعتّب بن عوف۔ حضرت عثمان بن مظعون۔ حضرت سائب بن عثمان بن مظعون۔ حضرت قدامہ بن مظعون۔ حضرت عبداللہ بن مظعون۔ حضرت خنیس بن حذافہ۔ حضرت ہشام بن عاص بن وائل۔

حضرت عامر بن ربیعہ۔ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ۔ حضرت عبداللہ بن مخرمہ۔ حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو۔ حضرت ابو سبرہ بن ابی رُہم۔ حضرت اُمِّ کُلثُوم بنت سہیل بن عمرو۔ حضرت سکران بن عمرو (موسیٰ بن عقبہ اور ابو معشر کہتے ہیں کہ یہ حبشہ ہی میں انتقال کر چکے تھے۔ واقدی اور ابنِ اسحاق کے مطابق ان کا انتقال مکّہ آ کر ہوا)۔ حضرت سودہ بنت زمعہ۔ حضرت سعد بن خولہ۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح۔ حضرت عمرو بن الحارث۔ حضرت سہیل بن بیضا۔ حضرت عمرو بن ابی سرح۔ رضی اللہ عنھم (۲۵۲)

ضیاء النبی ﷺ میں سبل الہدیٰ کے اس بیان کو اولیت دی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ تو جلد ہی مکہ لوٹ آئے تھے۔ ہجرت کی خبر سن کر ۳۳ مرد اور ۸ عورتیں حبشہ سے مدینۂ طیّبہ واپس آگئیں۔ ان میں سے ۲۴ نے غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ پیر محمد کرم شاہ نے سبل الہدیٰ کی اس روایت کے بعد طبقات کی روایت بھی درج کردی ہے (۲۵۳)

طبقاتِ ابنِ سعد میں ہے "جب ان لوگوں (مہاجرینِ حبشہ) نے رسولُ اللہ ﷺ کی ہجرت فرمانے کی خبر سنی تو ۳۳ مرد اور آٹھ عورتیں واپس (مکہ مکرمہ) آ گئیں۔ دو مرد تو مکے ہی میں وفات پا گئے اور سات آدمی قید کر لیے گئے اور ۲۴ بدر میں حاضر ہوئے۔ (۲۵۴)

مہاجرینِ حبشہ سو سے زیادہ تھے۔ ممکن ہے' ابنِ اسحاق کے مطابق کچھ مہاجر وقتاً فوقتاً واپس آتے رہے ہوں۔ سبل الہدیٰ میں بھی عبداللہ بن مسعود ؓ کے پہلے واپس آجانے کی بات ہے اور یہ ابنِ اسحاق کی فہرست میں بھی شامل ہیں۔ جب یہ خبر عام ہوئی کہ حضورِ اکرم ﷺ مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے ہیں تو ممکن ہے' طبقات اور دوسری کتبِ سیرت کی خبر کے مطابق ۳۳ مرد اور آٹھ عورتیں واپس مکہ آ گئی ہوں۔ پیر محمد کرم شاہ نے انھیں براہِ راست مدینۂ طیّبہ پہنچا دیا ہے جبکہ زیادہ تر سیرت نگار ابنِ سعد کے مطابق ان کے مکہ آنے اور ان میں سے ۲۴ کے بدر کے مقام پر پہنچنے کی بات کرتے ہیں۔

پیر محمد کرم شاہ اپنے عمومی انداز میں ایک سے زیادہ روایات بھی درج کر دیتے ہیں لیکن اپنی رائے دینے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہاں بھی انھوں نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

مہاجرینِ حبشہ کی واپسی کا ایک اور موقع غزوۂ خیبر ہے جہاں حضرت جعفر بن ابو طالب ؓ' حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور ان کے ساتھی پہنچے۔ بخاری میں ابوموُسیٰ اشعری ؓ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں بھی خیبر کے مالِ غنیمت سے حصہ دیا۔ یا تو غنیمت کا حصہ انھیں ملا جو جنگ میں شریک تھے یا حبشہ سے واپس آنے والوں کو ملا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر ؓ اور ان کے رفقا کے ساتھ ہماری کشتی والوں میں مالِ غنیمت تقسیم کیا گیا۔ زاد المعاد میں ہے کہ جب حضرت جعفر ؓ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ نے ان کا استقبال کیا اور انھیں بوسہ دے کر فرمایا' "واللہ میں نہیں جانتا کہ مجھے کس بات کی خوشی زیادہ ہے' خیبر کی فتح کی یا جعفر ؓ کی آمد کی"۔ تاریخ خضری میں ہے کہ یہ کل سولہ آدمی تھے اور ان کے ساتھ ان کے بچے اور عورتیں بھی تھیں۔ (۲۵۵)

"احابیش" کون تھے؟

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے کہ "احابیش جمع کا صیغہ ہے جس کے معنیٰ یا تو حبشہ کے رہنے والے ہیں اور یہ حبش سے مشتق ہے یا "آدمیوں کی ٹولیاں یا جماعتیں جو سب کے سب ایک ہی قبیلے کے نہ ہوں"۔ (۲۵۶)

ایچ لامانس کا خیال ہے کہ وہ حبشہ کے سیاہ فام تھے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ منٹگمری واٹ نے رائے ظاہر کی ہے کہ ہو سکتا ہے' احابیش زیادہ تر بے قبیلہ لوگوں پر مشتمل رہے ہوں جو بعد میں دوسرے قبیلوں کے حلیف بن گئے ہوں۔

جواد علی کے مطابق بنو کنانہ تہامہ کے ساحلی علاقے میں رہتے تھے۔ یہ علاقہ عرصۂ دراز تک حبشہ کے تحت رہا تھا۔ غالباً" بنو کنانہ کو حبشہ کی اطاعت شعاری اور ابتداءِ

زمانہ میں اہلِ حبشہ کے ساتھ ازدواجی تعلقات کے سبب انھیں احابیش کا لقب دیا گیا۔
ڈاکٹر محمد یُوسُف گورایہ لکھتے ہیں۔ "بے شک احابیش نے حضور ﷺ کے خلاف قریش کی جنگوں میں حصہ لیا لیکن یہ مغالطہ ہے کہ وہ عسکری قوت تھے۔ واقدی کہتے ہیں غزوۂ اُحُد میں تین میں سے ایک پرچم احابیش کے پاس تھا۔ سیرۃ ابنِ ہشام میں ہے کہ احابیش کا ابو عامر اہلِ مکہ کے غلاموں کے ہمراہ پہلا شخص تھا جس کا سامنا دشمن سے جنگِ اُحُد میں ہوا۔ طلوعِ اسلام کے وقت ابن الدغنہ احابیش کا لیڈر تھا۔ تاج العروس کے مطابق الحُلَیس بن زبّان جنگ احد میں سید الاحابیش تھا اور اس نے ابوسفیان کو حضرت حمزہ ؓ کی لاش مسخ کرنے پر ٹوکا تھا۔ تاریخِ طبری میں ہے کہ حُدیبیہ میں قریش نے الحُلَیس کو ایلچی بنا کر حضور ﷺ کے پاس بھیجا تھا۔ فتحِ مکہ کے وقت حضرت خالد بن ولید ؓ سے احابیش ہی نے جھڑپ لی اور شکست کھائی تھی۔ منٹگمری واٹ کے نزدیک احابیش حبشی غلام نہیں تھے۔ (۲۵۷)

ابنِ اسحاق کے بیان کے مطابق بنو حارث بن عبد مناف بن کنانہ، الھون بن خزیمہ بن مدرکہ اور خزاعہ میں سے بنوالمصطلق "احابیش" کہلاتے تھے۔ ابنِ ہشام کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے آپس میں معاہدہ کیا تھا۔ چونکہ یہ معاہدہ احبش نامی وادی میں ہوا تھا جو مکہ معظمہ کے نشیب میں ہے، اس لیے یہ لوگ احابیش کہلائے (۲۵۸)

عقد الفرید میں ہے: احابیش کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے مخالفین کے مقابلے میں یک جان ہو کر رہیں گے جب تک رات تاریک ہو اور دن روشن ہو، جب تک حُبشی پہاڑ اپنی جگہ پر گڑا رہے۔ اس حُبشی کی نسبت سے وہ احابیش کہلائے۔ (۲۵۹)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ درست طور پر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ لفظ کے سوا ان احابیش کو سیاہ رنگ والے حبشیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ (۲۶۰)

ہجرتِ حبشہ کا عسکری پہلو

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اسلام میں ہجرت کا مطلب پناہ گزینی نہیں ہوتا۔ اور حبشہ

اور یثرب کی طرف ہجرتوں کا مقصد کفار کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے کسی حفاظتی حصار کی تلاش نہیں تھا۔ بلکہ ایک مقصد تو تبلیغ و دعوت کے دائرے کو وسیع کرنا تھا اور دوسرا واضح مطلب یہ تھا کہ جہاد کی تیاری کی جائے اور پھر مکہ کو اسلام کا قلعہ بنانے کی تگ و دو ہو۔ "حضور پاک ﷺ کے سپاہی" امیر افضل خان "ہجرتِ حبشہ کا عسکری پہلو" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"اپنے کسی مؤرخ یا راوی نے آج تک حبشہ کی ہجرت کے فوجی یا عسکری پہلو کو اُجاگر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن غیروں نے اپنے بودے پیمانوں سے اس پہلو میں غوطے ضرور لگائے ہیں۔ ایک یورپین مؤرخ مارگولیس لکھتا ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ساتھیوں کو حبشہ اس لیے بھیجا تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ شاہ نجاشی سے حملہ کرا کے مکہ مکرمہ میں کُفّارِ قریش کے زور کو اس طرح توڑ دیں جس طرح ابرہہ نے حملہ کر کے قریش یا باقی عرب قبائل کے زور کو توڑ دیا۔ لیکن مسلمانوں کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بعد میں سوچا کہ ان کو اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا، اس لیے اس سوچ کو آگے نہ بڑھایا۔

مارگولیس نے تبصرہ کرتے وقت نہ تو ابرہہ کے حشر کے بارے میں سوچا، اور نہ یہ سوچ سکا کہ اس زمانے میں عدن اور یمن کے علاقے ایران کے باج گزار تھے اور ایران ایک بہت بڑی طاقت تھی جس کے مقابلے میں اہلِ روم بھی شکست کھا چکے تھے اور ایرانی فوجیں مصر میں داخل ہو گئی تھیں۔ ہاں البتہ (مارگولیس نے) ایک جائزہ صحیح بھی پیش کیا کہ شاہِ نجاشی کے مکّہ مکرّمہ پر حملے سے حضور پاک ﷺ اور مسلمانوں کو کچھ نہ ملتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اگر کسی کو دعوت دے کر کسی جگہ حملہ کرایا جائے تو حملہ آور کبھی واپس نہیں جاتا۔ اب ہمارے آقا حضور پاک ﷺ دنیا کے عظیم ترین فوجی مُدبّر ہیں اور سپہ سالارِ اعظم ہیں، وہ ایسی بات کیسے سوچتے۔ ہاں حضور پاک ﷺ ایک فوجی مستقر کی تلاش میں تھے جہاں دنیا کے فاتحوں کی عملی فوجی تربیت کریں.....

مسلمانوں کا ایک کافی بڑا گروہ فتح خیبر تک حبشہ میں مقیم رہا۔ صلح حدیبیہ کے بعد

مسلمان اپنی دفاعی حکمت عملی میں بچاؤ کے مرحلے سے نکل کر اب ایک طاقت بن چکے تھے تب ہی جنگِ خیبر سے پہلے فلسفہ جہاد کو اجتماعی طور پر اپنانے کا اعلان کر دیا گیا اور انھی دنوں حبشہ سے مسلمان واپس آگئے۔ لیکن اس سے پہلے مدینۂ منورہ کے ایک فوجی مُستقربن جانے کے باوجود مسلمانوں کا ایک گروہ دفاعی حکمت عملی کے تحت حبشہ ہی میں مقیم رہا کہ خدانخواستہ اگر مدینۂ منورہ کا دفاع نہ ہو سکے اور مسلمانوں کو مدینۂ منورہ کو بھی خیرباد کہنا پڑ جائے تو حبشہ میں ان کے لیے پناہ کا ایک مرکز موجود تھا جہاں موجودہ فوجی زبان کے لحاظ سے ان کی کارپارٹی یا TENTACLES موجود تھے (۲۶۱)

مرتضٰی حسین فاضل ہجرتِ حبشہ کی غایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "آپ (ﷺ) نے مصائب سے گھبرا کر لوگوں کو ترکِ وطن کا حکم نہیں دیا بلکہ مصائب سے مقابلہ کرنے کے واسطے ترکِ وطن کی مشقّت پر آمادہ کیا تاکہ اسلام کا بول بالا ہو۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ خود بنفسِ نفیس اس میدان میں کھڑے رہے"۔ (۲۶۲)

ہجرتِ حبشہ کا فائدہ

سرولیم میور ہجرتِ حبشہ کے متعلق لکھتا ہے کہ "اس موقع پر مہاجرین کی تعداد بہت تھوڑی تھی لیکن جو کام انھوں نے کیا' وہ تاریخ اسلام میں نہایت اہم۔ اس ہجرت نے اہلِ مکہ کو نومسلموں کے خلوص اور استقامت کا یقین دلایا اور ثابت کر دیا کہ وہ دینِ محمدی (ﷺ) کو چھوڑنے کی نسبت ہر طرح کے نقصان اور سختی کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں اور ایمانداروں کے لیے جان پر کھیل جانے کی ایک روشن مثال منصّۂ شہود پر آگئی"۔ (۲۶۳)

مُرتضٰی حسین فاضل نے ہجرتِ حبشہ سے حاصل کردہ فوائد پر درست تبصرہ کیا ہے: "ہجرتِ حبشہ قریش کے منصوبوں کے لیے ناکامی کا سبب ہوئی۔ مسلمانوں کو ایک سیاسی طاقت سے یہ کُمک ملی کہ یمن کے عیسائی ان کی مخالفت میں وہ نہ کر سکے جو ان سے متوقع تھا۔ مسلمان دشمنوں کی ایذارسانی سے بچے۔ دوسرے برّاعظم میں اسلام کی تبلیغ

شروع ہوئی۔ عرب و عجم' سیاہ و سفید کا فرق مٹا اور عوام پر یہ ثابت ہو گیا کہ اسلام تمام انسانوں کی مساوات و آزادی کا حامی ہے۔

ہجرتِ حبشہ نے نگاہِ نبُوّت کی بلندی' مستقبل پر نظر رکھنے والی بصیرت اور حال سے نپٹنے کی قوت' دشمن کو شکست دینے کی طاقت اور سروجنگ کی صلاحیت کا جو ثبوت مہیا فرمایا ہے' اس پر مؤرّخ و مفکّر حیران اور آپ ﷺ کو نبیٔ آخرالزمان ماننے والے شادمان ہیں۔ (۲۶۴)

حواشی

حبشہ

☆ ۱۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا۔ جلد اول۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۸۷۔ ص ۵۳۵ (فیروز سنز لمیٹڈ کے شائع کردہ "اردو انسائیکلو پیڈیا" مطبوعہ ۱۹۶۸ میں رقبہ چار لاکھ مربع میل اور آبادی دو کروڑ چھے لاکھ درج ہے۔ ص ۵۸۸)

☆ ۲۔ "اردو جامع انسائیکلوپیڈیا" میں ہے کہ حبشہ پست صحراؤں اور پہاڑی سطحِ مرتفع پر مشتمل ہے۔ انتہائی بلندی راس داشان پندرہ ہزار ایک سو اٹھاون فٹ ہے۔ شمال مشرق میں جھیل تانا ہے جو دریائے نیل ارزق کا منبع ہے (ص ۵۳۵)

☆ ۳۔ اردو انسائیکلوپیڈیا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۸۔ ص ۵۸۸

☆ ۴۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا۔ جلد اول (مدیرِ اعلیٰ: مولانا حامد علی خاں) ص ۵۳۵

☆ ۵۔ تحریر یا کتابت میں سہو کی گنجائش نظر آتی ہے

☆ ۶۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۳۔ ص ۵۸۲ (مضمون آنحضرت ﷺ کی پہلی سیاسی فتح: ہجرتِ حبشہ)

☆ ۷۔ مصباح الدین شکیل' شاہ۔ سیرتِ احمدِ مجتبٰی ﷺ: ظہورِ قدسی سے مسجدِ قُبا تک (جلد اول) مطبوعہ کراچی۔ طبعِ اول ستمبر ۱۹۸۶۔ ص ۳۶۷

☆ ۸۔ سلمان منصور پوری' قاضی محمد سلیمان۔ سفرنامۂ حجاز (تاریخ الحرمین) اشاعت ثانی ۱۹۸۶۔ ص ۴۳

☆ ۹۔ عبدالرحمان عبد' پروفیسر۔ آنحضور ﷺ کے نقشِ قدم پر: حرمِ مکہ۔ اشاعتِ اول ستمبر ۱۹۹۱۔ ص ۱۳

☆ ۱۰۔ اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ۔ "حبشہ"۔ ص ۸۶۴' ۸۶۵

☆ ۱۱۔ ابوالکلام آزاد۔ رسولِ رحمت ﷺ۔ مطبوعہ لاہور۔ س ن۔ ص ۱۴۵

☆ ۱۲۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۶۸

☆ ۱۳۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۳۔ ص ۵۸۲

☆ ۱۴۔ اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ۔ "حبشہ"۔ ص ۸۶۴، ۸۶۵

☆ ۱۵۔ ایضاً"۔ ص ۸۶۵، ۸۶۶

☆ ۱۶۔ ایضاً"۔ ص ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۷

حبشہ کی معیشت و معاشرت

☆ ۱۷۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۶۷

☆ ۱۸۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۳۔ ص ۵۷۷

☆ ۱۸۔ الف۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ جلد اول اخبارُ النبی ﷺ (اردو ترجمہ از عبداللہ العمادی)۔ ص ۱۰۳

☆ ۱۹۔ اردو انسائیکلوپیڈیا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۸۔ ص ۵۸۸

☆ ۲۰۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا۔ ص ۵۳۵

☆ ۲۱۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۶۷

☆ ۲۲۔ معین وعظ کاشفی ملّا۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ (اردو ترجمہ)۔ ۱۹۸۳۔ ص ۲۶۷، ۲۶۸

☆ ۲۳۔ سیرت ابنِ اسحاق (اردو ترجمہ از رفیع اللہ شہاب)۔ ۱۹۹۲۔ ص ۳۴۹۔ ۳۵۱ / نقوش، رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۲۲۹۔ ۲۳۱ (سیرۃ ابنِ اسحاق۔ اردو ترجمہ از نور الٰہی ایڈووکیٹ)

☆ ۲۴۔ ایضاً"

☆ ۲۵۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۷۱

☆ ۲۶۔ عُروہ بن زبیر۔ مغازیٔ رسولُ اللہ ﷺ (اردو ترجمہ از محمد سعید الرحمٰن علوی) مطبوعہ لاہور۔ بار اول ۱۹۸۷۔ ص ۱۱۲۔ ۱۱۵

☆ ۲۷۔ عبدالحیٔ کتّانی۔ التراتیب الاداریہ (اردو ترجمہ) جنوری ۱۹۹۱۔ ص ۳۰۵، ۳۰۶ / شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین۔ اختر کتاب گھر، لاہور۔ اشاعتِ اول، یکم ربیع الاول ۱۴۱۴ھ۔ ص ۱۱۰

☆ ۲۸۔ بخاری شریف جلد دوم۔ اردو ترجمہ از اختر شاہجہانپوری۔ کتاب المناقب۔ حدیث نمبر ۱۰۵۵

حبشہ سے حضورِ اکرم ﷺ کی واقفیت

☆ ۲۹۔ یہاں بلاذری کی انساب الاشراف" کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عبدالمطلبؓ اور

رب بن امیہ (ابوسفیان کے باپ) میں جھگڑا ہوا کہ دونوں میں زیادہ معزز کون ہے تو دونوں نے نجاشی کو اپنا پنچ مقرر کیا۔ اگرچہ اس نے اس خدمت کے قبول کرنے سے انکار کیا مگر یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ نجاشی سے مکے والوں کی شخصی ملاقات ہوا کرتی تھی۔ ایسی اور بھی مثالیں تاریخوں میں ملتی ہیں۔

☆ ۳۰۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد۔ رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ مطبوعہ کراچی۔ اشاعتِ ہفتم ۱۹۸۷۔ ص ۹۳، ۱۲۲، ۱۲۴

☆ ۳۱۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۶۷

☆ ۳۲۔ بخاری شریف۔ کتاب المناقب۔ حدیث نمبر ۱۰۵۶

☆ ۳۳۔ شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۱۲۱

☆ ۳۴۔ فاران (ماہنامہ) کراچی۔ سیرت نمبر۔ جنوری ۱۹۵۶۔ ص ۱۴۰

☆ ۳۵۔ سلیمانی، محمد احسان الحق۔ رسولِ مبین ﷺ۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۹۳۔ ص ۲۳۵ / محدث (ماہنامہ) لاہور۔ رسولِ مقبول ﷺ نمبر۔ حصہ اول۔ ص ۱۳۰ / الایمان (پندرہ روزہ) لاہور۔ یکم تا ۱۵۔ اپریل ۱۹۷۸۔ ص ۱۹ / رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ص ۹۳

☆ ۳۶۔ جعفر شاہ پھلواروی، محمد۔ پیغمبرِ انسانیت ﷺ۔ مطبوعہ لاہور۔ ص ۱۳۰، ۱۳۱

نجاشی اصحمہ رضی اللہ عنہ

☆ ۳۷۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۶۸ (شاہ مصباح الدین شکیل کے سامنے نور الٰہی کا ترجمہ رہا ہے جو نقوش کے رسول نمبر جلد ۱۱ میں چھپا۔ رفیع اللہ شہاب کے ترجمے میں اصحمہ" ہی درج ہے۔ سیرۃ ابن اسحاق۔ ص ۳۵۵)

☆ ۳۸۔ محمد رضا، شیخ۔ محمدؐ رسولُ اللہ ﷺ۔ (اردو ترجمہ از محمد عادل قدوسی) مطبوعہ لاہور۔ س ن۔ ص ۱۸۰

☆ ۳۹۔ فوق بلگرامی، سید اولاد حیدر۔ اسوۂ الرسول ﷺ۔ جلد دوم۔ مطبوعہ کراچی۔ تیسری بار ۱۹۷۷۔ ص ۲۳۴

☆ ۴۰۔ ظفر حسن امروہوی، سید۔ سیرتُ الرسول ﷺ۔ جلد اول۔ مطبوعہ کراچی۔ س ن۔ ص ۲۷۲ (شیخ محمد رضا، فوق بلگرامی، ظفر حسن امروہوی نے "اصحمہ" ایک سے زیادہ بار لکھا ہے، اس لیے اسے کتابت کی غلطی قرار دیا جا سکتا)

☆ ۴۱۔ بخاری شریف۔ کتاب المناقب۔ حدیث نمبر ۱۰۵۹

☆ ۴۲۔ اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ۔ "حبشہ"۔ ص ۸۶۶

☆ ۴۳۔ ابنِ ہشام۔ سیرۃُ النبی ﷺ کامل۔ حصہ اول (اردو ترجمہ از عبدالجلیل صدیقی)۔ مطبوعہ

لاہور۔ س ن۔ ص ۳۶۶، ۳۶۷

☆ ۴۴۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۸۴ (مضمون "فخرِ موجودات: آنحضرت ﷺ کی مکّی زندگی" از ابو الجلال ندوی)

ہجرتِ حبشہ کی وجہ

☆ ۴۵۔ عبدالحق محدّث دہلوی، شیخ۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ (اردو ترجمہ از غلام معین نعیمی)۔ مطبوعہ کراچی، س ن۔ ص ۶۴

☆ ۴۶۔ سلمان منصور پوری، قاضی محمد سلیمان۔ رحمتؐ للعالمین ﷺ۔ جلد اول۔ "ہجرتِ حبش"

☆ ۴۷۔ غلام ربانی عزیز، ڈاکٹر۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۹۰۔ ص ۱۱۹

☆ ۴۸۔ محمد کرم شاہ، پیر۔ ضیاءُ النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۴۳

☆ ۴۹۔ سیرتُ النبی ﷺ لکھتے ہوئے بھی اپنی حزبی سیاست پیشِ نظر رہے تو یہی صورت بنتی ہے۔ چونکہ یہ تاثّر پیدا کرنا مطلوب ہے کہ جماعتِ اسلامی کی "تحریکِ اسلامی" ہی اصل اسلام ہے۔ باقی جو کچھ ہے، کچھ اور ہے، اس لیے نعیم صدیقی نے اپنی اس کتاب میں بھی ہر جگہ "تحریکِ اسلامی" ہی سے کام لیا ہے، اگرچہ اب شاید وہ خود بھی جان چکے ہیں کہ جماعتِ اسلامی بہرحال، حضورِ اکرم ﷺ کی تحریک کا تسلسل کسی صورت نہیں ہے۔

☆ ۵۰۔ نعیم صدیقی۔ محسنِ انسانیت ﷺ۔ مطبوعہ لاہور۔ گیارھویں اشاعت اکتوبر ۱۹۸۲۔ ص ۱۷۸

☆ ۵۱۔ محمد بن سعد البصری، ابوعبداللہ۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ جلد اول۔ اخبارُ النّبی ﷺ (اردو ترجمہ از عبداللہ العمادی) مطبوعہ کراچی۔ طبع ششم۔ ستمبر ۱۹۸۷۔ ص ۲۷۲

☆ ۵۲۔ طبری، ابی جعفر محمد بن جریر۔ تاریخِ طبری۔ جلد اول۔ سیرۃُ النبی ﷺ۔ (اردو ترجمہ از سید محمد ابراہیم ندوی)۔ مطبوعہ کراچی۔ طبع ششم۔ جون ۱۹۸۷۔ ص ۹۵

☆ ۵۳۔ سیرتِ ابنِ اسحاق (اردو ترجمہ)۔ ص ۲۸۴

☆ ۵۴۔ ابو الکلام آزاد۔ رسولِ رحمت ﷺ۔ ص ۱۳۴

☆ ۵۵۔ جعفر شاہ پھلواری، محمد۔ پیغمبرِ انسانیت ﷺ۔ ص ۱۱۷

☆ ۵۶۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۳۔ ص ۵۸۱ (مضمون "آنحضرت ﷺ کی پہلی سیاسی فتح: ہجرتِ حبشہ" از سیّد مرتضیٰ حسین فاضل)

☆ ۵۷۔ ابنِ ہشام۔ سیرۃُ النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۳۵۵

☆ ۵۸۔ محمد رضا، شیخ۔ محمدؐ رسولُ اللہ ﷺ۔ ص ۱۸۰

☆ ۵۹۔ غلام ربانی عزیز۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۰

☆ ۶۰۔ شبلی نعمانی۔ سیرۃُ النبی ﷺ۔ جلد اول (عنوان "آفتابِ رسالت کا طلوع")۔ ذیلی عنوان "ہجرتِ حبش سن ۵ نبوی")

☆ ۶۱۔ فوق بلگرامی۔ اسوۃُ الرسول ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۲۳۶

☆ ۶۲۔ ہیکل، محمد حسین۔ حیاتِ محمد ﷺ (اردو ترجمہ از ابو یحیٰی امام خاں۔ مطبوعہ لاہور۔ بار چہارم ۱۹۸۸۔ ص ۱۷۶

☆ ۶۳۔ ایضاً"۔ ص ۱۸۱

☆ ۶۴۔ پیغمبرِ انسانیت ﷺ۔ ص ۱۳۰، ۱۳۱

☆ ۶۵۔ شہناز کوثر۔ ہجرتِ مصطفیٰ ﷺ (۱۹۹۶ کی قومی سیرت کانفرنس میں صدارتی ایوارڈ پانے والی کتاب)۔ اختر کتاب گھر، لاہور۔ ص ۲۶

ہجرت، حبشہ کی طرف کیوں؟

☆ ۶۶۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۳۔ ص ۵۸۱

☆ ۶۷۔ جعفر سبحانی۔ فروغِ ابدیت۔ (اردو ترجمہ از نصیر حسین) مطبوعہ لاہور۔ س ن۔ ص ۱۹۷

☆ ۶۸۔ شہناز کوثر۔ ہجرتِ مصطفیٰ ﷺ۔ ص ۳۳

ہجرتِ اوّل کے مہاجرین

☆ ۶۹۔ مودودی، ابوالاعلیٰ۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۷۹

☆ ۷۰۔ ابنِ حزم ظاہری۔ جوامع السیرۃ (اردو ترجمہ از محمد سردار احمد) مطبوعہ کراچی۔ ۱۹۹۰۔ ص ۸۶

☆ ۷۱۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۷۔ ص ۱۷۷ (مضمون "کاتبانِ وحی") نقوش میں اس موضوع کے ساتھ لکھا ہے "ترجمہ حافظ محمد سعد اللہ"۔ یہ درج نہیں ہے کہ اصل مقالہ کس کا ہے۔ نقوش کے رسول ﷺ نمبر (۱۳ جلدیں) کے بارے میں میرے والد راجا رشید محمودؔ نے لکھا "اس میں شامل مضامین و مقالات کے بارے میں یہ وضاحت کہیں نظر نہیں آتی کہ انھیں کس کتاب یا رسالے سے نقل کیا گیا ہے مثلاً جلد اول کا مضمون "رسولِ اکرم ﷺ کے سیرت نگار" از ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ اس سے پہلے "فکر و نظر" کے جون ۱۹۷۱ کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے لیکن نقوش نے اعتراف نہیں کیا۔ آیندہ جلدوں کے کئی مضامین کا معاملہ بھی یہی ہے۔ جلد اول میں شامل کتاب "سیرتِ نبوی ﷺ کی اولین کتابیں اور ان کے مؤلفین" کی صورت یہ ہے کہ یہ ترجمہ دوسرے ترجموں سے مختلف نظر آتا ہے۔ جلد دوم میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی مشہور کتاب کا اردو ترجمہ محفوظ کر دیا گیا ہے، اگرچہ پیش لفظ اور انڈیکس حذف نہ کیے جاتے تو بہتر تھا۔ اسی طرح سیرۃ النبی ﷺ کی

ساتویں جلد بھی جلدِ دُوم میں شامل ہے لیکن اس کے بعض ضروری مباحث حذف کر دیے گئے ہیں۔ یہاں فصلوں اور ابواب میں بھی اختلاف ہے۔ انگریزی اور عربی کی متعدد کتابیں اور مضامین کا اردو ترجمہ رسول ﷺ نمبر کی مختلف جلدوں میں شامل کیا گیا ہے لیکن بعض جگہوں پر مترجمین کا نام غائب ہے' بعض مضمونوں کے اصل مصنّف کا پتا نہیں چلتا۔ . . . نقوش کے رسول ﷺ نمبر کی تیرہ جلدوں میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ فہرست میں مضمون نگار کا نام نہ آئے . . . جلد پنجم میں ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی کی تحقیق "عہدِ نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست و حکومت" ہے۔ یہ تحریر صفحہ ۳۴۱ سے ۷۴۴ تک ہے جہاں یہ جلد ختم ہو جاتی ہے۔ آخر میں اس حقیقت کا اظہار نہیں کیا گیا کہ یہ کتاب ابھی ختم نہیں ہوئی۔ اور جلد ۱۲ میں اس کتاب کے بقایا حصے میں ضمائم کے عنوان سے ۲۸ ذیلی عنوانات کے بعد پوری کتاب کے "تعلیقات و حواشی" درج کیے گئے ہیں جو بارھویں جلد کے صفحہ ۲۷۹ تک ہیں (پاکستان میں نعت از راجا رشید محمودؔ۔ مطبوعہ لاہور۔ طبع اول ستمبر ۱۹۹۳۔ ص ۱۵۱ تا ۱۵۴)

☆ ۷۲۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۵۲

☆ ۷۳۔ کوکب' قاضی عبدالنبی۔ خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی ؓ۔ مطبوعہ لاہور۔ طبع دوم۔ مارچ ۱۹۸۱۔ ص ۱۴ ("الرحیق المختوم" میں صفی الرحمان مبارکپوری نے بھی لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان ؓ ان مہاجرین کے امیر تھے۔ ص ۱۶۱)

☆ ۷۴۔ عبدالحیٔ فاروقی' خواجہ۔ خلفائے اربعہ۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۸۷۔ ص ۸۶

☆ ۷۵۔ ابن قتیبہ۔ سیرِ انبیا و صحابہ و تابعین (اردو ترجمہ از سلام اللہ صدیقی۔ مطبوعہ چھاپی (گجرات۔ بھارت) ص ۱۸۸)

☆ ۷۶۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۸۰ / معین الدین ندوی۔ خلفائے راشدین ص ۱۸۶ / عبدالنبی کوکب' قاضی۔ خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی ؓ۔ ص ۱۵ / عبدالحیٔ فاروقی' خواجہ۔ خلفائے اربعہ۔ ص ۸۶ / آغا اشرف۔ مشاہیرِ اسلام۔ لاہور۔ ۱۹۸۹۔ ص ۳۰

☆ ۷۷۔ ابن قتیبہ۔ سیرِ انبیا و صحابہ و تابعین۔ ص ۱۸۹ / وحید الدین' فقیر سید۔ محسنِ اعظم ﷺ اور محسنینؓ۔ نقوش سوم مئی ۱۹۶۳۔ / ص ۱۴۸ / خضر حسین چشتی سیالوی۔ خلفائے رسول ﷺ۔ مطبوعہ گوجرانوالہ۔ ۱۹۹۰۔ ص ۱۳۶

☆ ۷۸۔ سیرۃ ابن اسحاق۔ ص ۳۵۱' ۳۵۲

☆ ۷۹۔ ابنِ اثیر۔ اُسُد الغابہ فی معرفۃ الصحابہؓ۔ جلد ۶۔ ص ۳۱۸ (اردو ترجمہ از محمد عبدالشکور فاروقی) لکھا ہے۔ "ان دونوں نے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی۔ پھر مکہ لوٹ آئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کی"۔

☆ ۸۰۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۸۰

☆ ۸۱۔ حبیب الرحمان' قاضی۔ عشرۂ مبشرہؓ۔ مطبوعہ لاہور۔ س ن۔ ص ۶۴ / عبدالحمید اعوان۔ حق

چار یارؓ۔ مطبوعہ لاہور۔ س ن۔ ص ۱۷۱' ۱۷۲ / محمود عاصم۔ خلفائے راشدینؓ۔ لاہور۔ س ن۔ ص ۹۶

☆ ۸۲۔ معین الدین ندوی۔ سیر الصحابہؓ۔ حصہ اول: خلفائے راشدین۔ مطبوعہ لاہور۔ س ن۔ ص ۱۷۸ / عبدالنبی کوکب' قاضی۔ خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی ؓ۔ ص ۱۵

☆ ۸۳۔ فضل اللہ بہاری عظیم آبادی۔ سیرتِ ذوالنورین ؓ۔ مطبوعہ لاہور س ن' ص ۷

☆ ۸۴۔ جلال الدین احمد امجدی۔ سیدنا عثمان غنی ؓ۔ ادارۂ معارفِ نعمانیہ لاہور۔ مئی ۱۹۹۴

☆ ۸۵۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۸۲ (ابوالجلال ندوی کے مضمون میں حضرت عثمان بن مظعون ؓ) / نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۷۔ ص ۱۳۹ (مصعب الزبیری کے حوالے سے اصابہ میں درج کردہ روایت کے حوالے سے حضرت ابو سلمہ ؓ)

ہجرتِ اوّل کے مہاجرین

☆ ۸۶۔ سعید انصاری۔ سیر الصحابیاتؓ مطبوعہ لاہور۔ س ن۔ ص ۱۱۴' ۱۱۵ / طالب الہاشمی۔ تذکارِ صحابیاتؓ۔ مطبوعہ لاہور۔ چودھواں ایڈیشن نومبر ۱۹۹۲۔ ص ۱۲۲' ۱۲۳ / نیاز فتحپوری۔ صحابیاتؓ۔ مطبوعہ کراچی۔ طبع ہفتم اپریل ۱۹۸۱۔ ص ۱۲۵' ۱۲۶

☆ ۸۷۔ شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین۔ اختر کتاب گھر' لاہور۔ اشاعت اول یکم ربیع الاول ۱۴۱۳ھ۔ ص ۱۷۷

☆ ۸۸۔ باقر مجلسی' مُلّا محمد۔ حیاتُ القلوب۔ جلد دوم۔ (اردو ترجمہ از نامعلوم) مطبوعہ لاہور۔ س ن۔ ص ۳۹۷

☆ ۸۹۔ صدیق کھوکھر' محمد۔ اُمّت کی شہزادیاں۔ مطبوعہ لاہور۔ اشاعت اول ۱۹۸۵۔ ص ۳۶

☆ ۹۰۔ اُسُد الغابہ۔ جلد ۱۰ (اردو ترجمہ غلام ربانی عزیز)۔ مطبوعہ لاہور۔ ص ۱۱۱

☆ ۹۱۔ معین واعظ کاشفی' مُلّا۔ معارج النبوت۔ جلد دوم (اردو ترجمہ از حکیم محمد اصغر فاروقی)۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۸۳۔ ص ۲۶۳

☆ ۹۲۔ ابن ہشام۔ سیرۃُ النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۳۵۶

☆ ۹۳۔ ابوالحسن علی ندوی۔ نبیٔ رحمت ﷺ۔ مطبوعہ کراچی۔ بار دوم ۱۹۸۱۔ ص ۱۳۳

☆ ۹۴۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۸۳ (ابوالجلال ندوی کا مضمون)

☆ ۹۵۔ معارج النبوت فی مدارج الفتوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۶۲' ۲۶۳

☆ ۹۶۔ قسطلانی۔ المواہبُ اللدنیہ۔ جلد اول (اردو ترجمہ بعنوان "سیرتِ محمدیہ ﷺ از عبدالجبار خاں آصفی نظامی) مطبوعہ کراچی۔ س ن۔ ص ۲۳۵

☆ ۹۷۔ اُسُد الغابہ۔ جلد ۶۔ ص ۲۳۱

☆ ۹۸۔ معین الدین ندوی۔ سیر الصحابہ۔ جلد دوم (سیر مہاجرین حصہ اول)۔ ص ۳۸۵ / طالب ہاشمی۔ تمیں پروانے شمع رسالت کے۔ مطبوعہ لاہور۔ آٹھواں ایڈیشن جنوری ۱۹۹۱۔ ص ۱۹۳ / محمد ادریس، حافظ۔ روشنی کے مینار۔ مطبوعہ گجرات۔ بار اول ۱۹۷۳۔ ص ۳۹ / مشاہیر اسلام۔ ص ۱۳۶

☆ ۹۹۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۷۔ ص ۱۳۹ (مضمون "کاتبانِ وحی" ترجمہ از حافظ محمد سعد اللہ)

☆ ۱۰۰۔ اُسد الغابہ۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۳۲/ سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ (سیرِ مہاجرین، حصہ اول) ص ۴۲۶ / طالب ہاشمی۔ خیر البشر ﷺ کے چالیس جاں نثار۔

☆ ۱۰۱۔ عبد الرحمان رافت الباشا۔ حیاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درخشاں پہلو (اردو ترجمہ از محمود احمد غضنفر) مطبوعہ لاہور۔ ایڈیشن دوم جولائی ۱۹۹۲۔ ص ۵۸ / طالب ہاشمی۔ تذکارِ صحابیات رضی اللہ عنہن ص ۴۳ / اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۳۰۶ / نیاز فتحپوری۔ صحابیاتؓ۔ ص ۴۲ / شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۱۳۹ / سعید انصاری۔ سیر الصحابیاتؓ۔ ص ۹۳

☆ ۱۰۲۔ مسعودہ بیگم (مرتب)۔ اسلام کی بہادر بیٹیاں۔ مطبوعہ لاہور۔ بار اول جنوری ۱۹۸۰۔ ص ۸۹ (مضمون "اُمُّ المؤمنین بی بی اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا از مصورِ غم علامہ راشد الخیری)

☆ ۱۰۳۔ سیر الصحابہؓ۔ جلد دوم (مہاجرین حصہ اول)۔ ص ۸۴ / تمیں پروانے شمع رسالت کے۔ ص ۴۸

☆ ۱۰۴۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۵۴

☆ ۱۰۵۔ ابن عبد الشکور۔ سیرتِ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ ۱۹۸۴۔ ص ۲۲ / سیر الصحابہؓ۔ جلد دوم (مہاجرین حصہ اول) ص ۸۲ / طالب ہاشمی۔ رحمتِ دارین ﷺ کے سو شیدائی۔ ص ۸۰ / حیاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درخشاں پہلو۔ ص ۹۹ / آغا اشرف۔ مشاہیر اسلام۔ ص ۱۳۵

☆ ۱۰۶۔ اسد الغابہ۔ جلد ۶۔ ص ۱۳۴

☆ ۱۰۷۔ غلام ربانی عزیز۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۱

☆ ۱۰۸۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۱۔ ص ۷۱، ۷۲ / سیر الصحابہ۔ جلد دوم (مہاجرین حصہ اول) ص ۴۳۹ / مشاہیرِ اسلام۔ ص ۱۴۵ / قومی ڈائجسٹ (ماہنامہ) کراچی۔ صحابۂ کرامؓ نمبر۔ حصہ اول۔ ص ۲۷۴

☆ ۱۰۹۔ عروہ بن زبیر۔ مغازیٔ رسول اللہ ﷺ۔ (اردو ترجمہ محمد سعید الرحمان علوی) ص ۱۰۷ / اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۳۸ / سیرۃ ابن اسحاق۔ ص ۲۸۷

☆ ۱۱۰۔ غلام ربانی عزیز۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۱

☆ ۱۱۱۔ اُسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۴۸ / تذکارِ صحابیاتؓ۔ ص ۲۸۸

☆ ۱۱۲۔ سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ (مہاجرین حصہ اول)۔ ص ۴۶۰

☆ ۱۱۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۳۵ / تذکارِ صحابیاتؓ۔ ص ۲۸۰

☆ ۱۱۴۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۸۷ (سیرتِ ابن اسحاق۔ باب ۲۳۔ اردو ترجمہ از نور الٰہی)

☆ ۱۱۵۔ سیرتِ ابن اسحاق (اردو ترجمہ از رفیع اللہ شہاب)۔ ص ۲۸۸

☆ ۱۱۶۔ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب۔ مختصر سیرت الرسول ﷺ۔ (اردو ترجمہ از حافظ محمد اسحاق) مطبوعہ جہلم۔ طبع اول اگست ۱۹۹۰۔ ص ۱۶۳

☆ ۱۱۷۔ محمد رضا، شیخ۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ (اردو ترجمہ از عادل قدوسی)۔ ص ۱۸۱

☆ ۱۱۸۔ رحمتِ دارین ﷺ کے سو شیدائی۔ ص ۱۸۲ / سیر الصحابہؓ۔ جلد دوم (مہاجرین حصہ اول) ص ۲۹۳، ۲۹۵

☆ ۱۱۹۔ اسد الغابہ۔ جلد ۸۔ ص ۱۹۰ / تمیں پروانے شمع رسالت کے۔ ص ۸۳ / سیر الصحابہؓ۔ جلد دوم (مہاجرین حصہ اول) ص ۳۷۳ / مشاہیرِ اسلام۔ ص ۱۴۲ / روشنی کے مینار۔ ص ۱۲۷ / قومی ڈائجسٹ۔ صحابۂ کرامؓ نمبر۔ (حصہ اول) ص ۱۸۰، ۲۷۲

☆ ۱۲۰۔ عبد الرؤف داناپوری۔ اصح السیر۔ مطبوعہ کراچی۔ س ن۔ ص ۴۴

☆ ۱۲۱۔ مختصر سیرت الرسول ﷺ۔ ص ۱۶۳

☆ ۱۲۲۔ سیر الصحابہؓ۔ جلد دوم (مہاجرین حصہ اول) ص ۳۰۱ / اُسد الغابہ۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۳۵ / مشاہیرِ اسلام۔ ص ۱۴۷

☆ ۱۲۳۔ سیرت النبی ﷺ کامل (ابن ہشام)۔ جلد اول۔ ص ۳۵۶

☆ ۱۲۳۔ الف۔ نقوش۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۸۶، ۱۸۷

☆ ۱۲۴۔ سیرتِ ابن اسحاق۔ ص ۲۸۸ / نقوش۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۸۷ (اردو ترجمہ سیرتِ ابن اسحاق) البتہ محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں کہ "مہاجرین حبشہ میں محمد بن اسحاق نے حاطب بن عمرو اور ام کلثوم کا ذکر نہیں کیا" (سیرۃ المصطفیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۴۲)

☆ ۱۲۵۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۶۸

☆ ۱۲۶۔ سیرۃ النبی ﷺ کامل (ابن ہشام) جلد اول۔ ص ۳۵۶

☆ ۱۲۷۔ شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبی ﷺ۔ جلد اول۔ "ہجرتِ حبش سن ۵ نبوی"

☆ ۱۲۸۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۶۲

☆ ۱۲۹۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۵۴ / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ ص ۱۸۱ / تاریخِ طبری۔ جلد اول۔ سیرت النبی ﷺ (اردو ترجمہ از سید محمد ابراہیم ندوی) مطبوعہ کراچی۔ طبع ششم جون ۱۹۸۷۔ ص ۹۶

☆ ۱۳۰۔ اصح السیر۔ ص ۴۴ / غلام ربانی عزیز۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۱ / مختصر سیرۃ الرسول ﷺ۔ ص ۱۶۳ (عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب حاطب بن عمروؓ کا نام نہیں دیتے" حاجب بن معمر کا

نام لکھتے ہیں)

☆ ۱۳۱۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۶۸

☆ ۱۳۲۔ رسول ﷺ نمبر۔ نقوش۔ جلد ۳۔ ص ۵۸۲

☆ ۱۳۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۷۵ / صحابیاتؓ۔ ص ۱۹۸ / تذکارِ صحابیاتؓ۔ ص ۱۵۳ / سیر الصحابیاتؓ۔ ص ۱۳۵

☆ ۱۳۴۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ جلد اول۔ ص ۲۷۳ / عُروہ بن زبیر۔ مغازیٔ رسولؐ اللہ ﷺ۔ ص ۱۰۷ / تاریخ طبری۔ جلد اول۔ ص ۹۶ / ابنِ اثیر۔ اسد الغابہ۔ جلد ۶۔ ص ۴۳ / مختصر سیرتؐ الرسول ﷺ۔ ص ۱۶۳ / شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسولؐ اللہ ﷺ۔ ص ۱۸۱ / نصیر احمد ناصر۔ پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ۔ بار اول ۱۹۸۸۔ ص ۲۰۹ / محمد کرم شاہ، پیر۔ ضیاءُ النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۴۴ / غلام ربانی عزیز۔ سیرتِ طیبہؐ۔ جلد اول۔ ص ۱۲۱ / سیر الصحابہؓ۔ جلد دوم (مہاجرین حصہ اول) ص ۲۷۵ / حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو۔ ص ۱۰۶ / ابراہیم میر سیالکوٹی، محمد۔ سیرتؐ المصطفیٰ ﷺ۔ مطبوعہ سیالکوٹ۔ جون ۱۹۷۳۔ ص ۲۷۹ / فضل احمد، پروفیسر۔ آسمانِ ہدایت کے ستارے۔ مطبوعہ لاہور۔ س ن۔ ص ۴۶

☆ ۱۳۵۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۶۸، ۵۶۹ (لیکن "سیرۃ ابنِ اسحاق" کے باب ۲۳ میں مہاجرینِ حبشہ کے پہلے مرحلے کی جو فہرست دی ہے، اس میں ان کا نام نظر آتا ہے۔ (نقوش۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۸۶)

☆ ۱۳۶۔ ابنِ جوزی، عبدالرحمان۔ الوفا باحوالِ المصطفیٰ ﷺ۔ (اردو ترجمہ از محمد اشرف سیالوی) مطبوعہ لاہور۔ س ن۔ ص ۲۴۱

☆ ۱۳۷۔ اصح السیر۔ ص ۱۴۴

☆ ۱۳۸۔ ادریس کاندھلوی، محمد۔ سیرۃُ المصطفیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ مطبوعہ لاہور۔ اکتوبر ۱۹۸۵۔ ص ۲۴۲

☆ ۱۳۹۔ ایضاً۔ ص ۲۴۲

☆ ۱۴۰۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۶۹

☆ ۱۴۱۔ اُسُد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۳۴۳ / تذکارِ صحابیاتؓ۔ ص ۲۹۰ / شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین۔ ص ۱۰۲

☆ ۱۴۲۔ مختصر سیرتؐ الرسول ﷺ۔ ص ۱۶۳

☆ ۱۴۳۔ ایضاً

پہلی ہجرت کب ہوئی؟

☆ ۱۴۴۔ فوق بلگرامی۔ اولاد حیدر۔ اسوۂ الرسول ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۲۳۴۔ ۲۵۳

☆ ۱۴۵۔ محمد حسین ہیکل۔ حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ (اردو ترجمہ از حبیب اشعر) مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۸۴۔ ص ۵۶

☆ ۱۴۶۔ شبلی نعمانی۔ الفاروق۔ مطبوعہ کراچی۔ س ن۔ ص ۷۹

☆ ۱۴۷۔ ظفر حسن امروہوی۔ سیرتؐ الرسول ﷺ۔ ص ۲۶۹

☆ ۱۴۸۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۳۔ ص ۵۸۱

☆ ۱۴۹۔ سیوطی، جلال الدین۔ تاریخ الخلفا۔ (اردو ترجمہ از شبیر احمد انصاری) مطبوعہ لاہور۔ س ن۔ ص ۱۴۴ / نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۹۶۔ باب نمبر ۲۴۔ "حضرت عمرؓ کا اسلام لانا" / شہناز کوثر۔ حیاتِ طیبہؐ میں پیر کے دن کی اہمیت (۱۹۹۲ کا صدارتی ایوارڈ پانے والی کتاب)۔ اختر کتاب گھر، لاہور۔ اشاعت اول اگست ۱۹۹۱۔ ص ۵۴

کیا مہاجرین چُھپ کر حبشہ گئے تھے؟

☆ ۱۵۰۔ ابنِ خلدون۔ تاریخ ابنِ خلدون۔ حصہ اول (العرب قبل الاسلام و عہدِ رسالت)۔ اردو ترجمہ از ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ۔ مطبوعہ لاہور۔ طبع اول ۱۹۶۰۔ ص ۲۹۹ (پروفیسر غلام ربانی عزیز نے لکھا کہ "کفار کے مظالم سے مسلمانوں کا دم ناک میں آ گیا تھا۔ چنانچہ جو حضرات بچ کر نکل جانا چاہتے تھے، آپ (ﷺ) نے انھیں اجازت دے دی۔ مگر اس پختہ وپرپر رازداری کی گئی تھیں چڑھادی گئی تھیں تاکہ کفار مکہ اندھیرے میں رہیں اور مسلمان بہ سکونِ خاطر منزلِ مقصود کو روانہ ہو جائیں.... اس اثنا میں کفار کو بھی پتا چل گیا تھا۔ تعاقب میں باگیں اٹھائے پہنچ گئے لیکن جہاز پہلے سے روانہ ہو چکا تھا"۔ سیرتِ طیبہ۔ حصہ اول۔ ص ۱۳۰، ۱۳۱)

☆ ۱۵۱۔ سیرتِ ابنِ اسحاق۔ ص ۲۸۴

مہاجرینِ حبشہ کی واپسی اور افسانۂ غرانیق

☆ ۱۵۲۔ بعض کہتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ اور بعض نے نزدیک ابو اُحیحہ سعید بن عاص نے اور بعض کا قول ہے کہ ان دونوں نے ضُعفِ کبر سِنی کی وجہ سے ایسا کیا (طبقاتِ ابنِ سعد۔ جلد اول۔ ص ۲۷۴ / محمد رضا، شیخ۔ محمدؐ رسولؐ اللہ ﷺ۔ ص ۱۸۲، ۱۸۳)

☆ ۱۵۳۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۵۶

☆ ۱۵۴۔ محمد رضا، شیخ۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ ص ۱۸۴۔ ۱۸۶

☆ ۱۵۴۔ الف۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ طبری، ابن ابی حاتم، ابن المنذر، ابن مردویہ، ابنِ اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، ابو معشر اور حافظ ابنِ حجر نے اس روایت کو بہ سند نقل کیا ہے (سیرت النبی ﷺ۔ جلد اول۔ "ہجرتِ حبش سن ۵ نبوی")

☆ ۱۵۵۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۷۲، ۵۷۳

☆ ۱۵۶۔ محمد رضا، شیخ۔ محمدٌ رسولُ اللہ ﷺ۔ ص ۱۸۹۔ ۱۹۳

☆ ۱۵۷۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۵۲

☆ ۱۵۸۔ تاریخِ طبری۔ جلد اول۔ ص ۱۰۴

☆ ۱۵۹۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ حصہ اول۔ ص ۲۷۴

☆ ۱۶۰۔ عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب۔ مختصر سیرتُ الرسول ﷺ۔ ص ۱۹۳

☆ ۱۶۱۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۶۴

☆ ۱۶۲۔ المواہبُ اللدنیہ۔ جلد اول۔ ص ۲۳۸۔ ۲۴۵

☆ ۱۶۳۔ الوفا باحوالِ المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۲۴۱

☆ ۱۶۴۔ ایضاً۔ حاشیہ از محمد اشرف سیالوی (مترجم)

☆ ۱۶۵۔ فروغِ ابدیت۔ ص ۲۱۸۔ ۲۲۳

☆ ۱۶۶۔ غلام ربانی عزیز۔ سیرتِ طیّبہ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۶ (حاشیہ)

☆ ۱۶۷۔ ضیاءُ النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۵۴

☆ ۱۶۸۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۷۰

☆ ۱۶۹۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ حصہ اول۔ ص ۲۷۶

☆ ۱۷۰۔ ضیاءُ النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۵۸

☆ ۱۷۱۔ شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کا بچپن (اشاعت اول اختر کتاب گھر، لاہور۔ ۱۹۹۳ کی صدارتی ایوارڈ پانے والی کتاب۔ اشاعتِ دوم۔ مقبول اکیڈمی، لاہور) ص ۲۷۹ تا ۳۵۲

☆ ۱۷۲۔ شہناز کوثر۔ حضور ﷺ کی معاشی زندگی (۱۹۹۴ کا صدارتی ایوارڈ پانے والی کتاب) اختر کتاب گھر، لاہور۔ اشاعت اول ۱۹۹۳۔ صفحات ۱۷۶

☆ ۱۷۳۔ شہناز کوثر۔ ہجرتِ مصطفیٰ ﷺ۔ (۱۹۹۶ کا صدارتی ایوارڈ پانے والی کتاب) اختر کتاب گھر، لاہور۔ صفحات ۱۱۲

مکّہ واپس آنے والے مہاجرین

☆ ۱۷۴۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۷۸۔ ۵۸۰

☆ ۱۷۵۔ ابنِ ہشام۔ سیرتُ النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۳۵۶، ۳۶۷۔ ۳۷۱ / تاریخِ طبری۔ حصہ اول۔ ص ۹۷، ۱۰۰، ۱۰۲۔ ۱۰۴ (طبری نے لکھا ہے کہ جو لوگ حبشہ سے واپس مکہ میں آ گئے اور مدینہ کی ہجرت تک یہیں مقیم رہے، ان میں ۳۳ مرد تھے) / پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ۔ ص ۳۰۹۔ ۳۱۲

☆ ۱۷۶۔ معین الدین ندوی، شاہ۔ تاریخِ اسلام۔ جلد اول۔ ص ۲۸۔ ۳۰

☆ ۱۷۷۔ شبلی نعمانی۔ سیرتُ النبی ﷺ۔ جلد اول۔ الفیصل ناشران، لاہور۔ مارچ ۱۹۹۱۔ ص ۱۵۱۔ ۱۵۵ / سیرتُ النبی ﷺ۔ جلد اول۔ دینی کتب خانہ لاہور۔ ۱۹۷۵۔ ص ۲۳۰۔ ۲۳۸

☆ ۱۷۸۔ ابراہیم میر سیالکوٹی، محمد۔ سیرتُ المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۲۷۹۔ ۲۸۲

☆ ۱۷۹۔ ایضاً۔ ص ۳۰۱۔ ۳۰۶

☆ ۱۸۰۔ ابنِ ہشام۔ سیرتُ النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۶۶، ۳۷۱، ۳۰۴ / سیرتِ ابنِ ہشام۔ ص ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۸۱، ۲۰۵

☆ ۱۸۱۔ تاریخِ طبری۔ حصہ اول۔ ص ۱۰۰

☆ ۱۸۲۔ تاریخِ اسلام۔ جلد اول۔ ص ۳۰

حبشہ کی طرف دُوسری ہجرت

☆ ۱۸۳۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۸۱

☆ ۱۸۴۔ ابراہیم میر سیالکوٹی، محمد۔ سیرتُ المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۳۰۶

☆ ۱۸۵۔ عبدالرؤف دانا پوری۔ اصح السیر۔ مطبوعہ کراچی۔ س ن۔ ص ۴۴

نجاشی کے نام حضورِ اکرم ﷺ کا مکتوبِ گرامی

☆ ۱۸۷۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، محمد۔ رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ص ۱۲۳، ۱۲۴ / ضیاءُ النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۷۰، ۳۷۱ / حیاتُ القلوب۔ جلد دوم۔ ص ۳۰۰ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۳۶۵ / محبوب رضوی، سیّد۔ مکتوباتِ نبوی ﷺ۔ مطبوعہ دہلی۔ دوسرا ایڈیشن۔ ۱۹۹۱۔ ص ۶۰، ۶۱

☆ ۱۸۸۔ رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ص ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۳۱، ۱۳۲ (الم مظفر نگری نے اِس خط کو نظم کیا ہے تو اس میں حضرت جعفرِ طیارؓ کا ذکر نہیں کیا۔ مکتوباتِ نبوی ﷺ۔ ص ۶۵)

☆ ۱۸۸۔ الف۔ "اردو دائرۂ معارف اسلامیہ" میں اصحمہ / اصحم کے بیٹے کا نام "اربا" لکھا ہے۔ "تاریخِ طبری" میں "ارحا" تحریر ہے۔ لیکن پیر محمد کرم شاہ نے اردو دائرہ اسلامیہ کو دیکھنے یا طبری سے استفادے کے بجائے محمد ابو زہرہ پر انحصار کرتے ہوئے "باریحا" لکھا ہے۔

☆ ۱۸۹۔ ابو زہرہ، محمد۔ خاتم النبیین ﷺ (عربی)۔ جلد اول۔ مطبوعہ قاہرہ۔ ص ۴۰۸ / ضیاءُ النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۷۲

دوسری ہجرتِ حبشہ کے مہاجرین

☆ ۱۹۰۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ حصہ اول۔ ص ۲۷۶ / سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۸۱

☆ ۱۹۱۔ غلام ربانی عزیز، پروفیسر ڈاکٹر۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد اول۔ ص ۱۳۵

☆ ۱۹۲۔ سلمان منصور پوری، قاضی محمد سلیمان۔ رحمتہ للعالمین ﷺ۔ جلد اول۔ "ہجرت حبش" / سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۶۴

☆ ۱۹۲۔ الف۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۶۷

☆ ۱۹۳۔ حیات القلوب۔ جلد دوم۔ ص ۲۹۸

☆ ۱۹۴۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۳۸۳ (ابو الجلال ندوی کا مضمون "فخرِ موجودات ﷺ: آنحضرت ﷺ کی مکّی زندگی")

☆ ۱۹۵۔ مختصر سیرتُ الرسول ﷺ۔ ص ۱۶۳

☆ ۱۹۶۔ تاریخ اسلام۔ جلد اول۔ ص ۳۰

☆ ۱۹۷۔ نعیم صدیقی۔ محسنِ انسانیت ﷺ۔ مطبوعہ لاہور۔ گیارھویں اشاعت اکتوبر ۱۹۸۲۔ ص ۱۸۰

☆ ۱۹۸۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۸۱

☆ ۱۹۹۔ اُسُد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۳۸

☆ ۲۰۰۔ مختصر سیرتُ الرسول ﷺ۔ ص ۱۶۴ (انھوں نے لکھا تو یہ ہے کہ اس ہجرت میں ۳۳ مرد اور ۱۹ عورتیں تھیں۔ لیکن جو فہرست دی ہیں، اس میں ۲۰ خواتین کے نام ہیں۔ شاید انھوں نے خزیمہ بنت جہم بن قیس کو گنتی میں شامل نہیں کیا)

☆ ۲۰۱۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۲۳۸

☆ ۲۰۲۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ حصہ سوم۔ ص ۲۱۷، ۲۱۸

☆ ۲۰۳۔ اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۲۰ / طبقاتِ ابن سعد۔ حصہ چہارم۔ ص ۳۳۳ / مختصر سیرتُ الرسول ﷺ۔ ص ۱۶۶ / سیَرُ الصحابہ۔ جلد دوم۔ سیَرِ مہاجرین حصہ دوم۔ ص ۳۲۶

☆ ۲۰۴۔ اُسُد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۲۳۶

☆ ۲۰۵۔ اسد الغابہ۔ جلد ۸۔ ص ۳۶ / اسد الغابہ۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۸۸

☆ ۲۰۵۔ (الف)۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۸۱

حبشہ کے لیے کُفّار کا وفد

☆ ۲۰۵۔ (ب) صفی الرحمان مبارکپوری نے لکھا ہے کہ بعض سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ نجاشی کے دربار میں عمرو بن عاص کی حاضری جنگِ بدر کے بعد ہوئی تھی۔ بعض لوگوں نے تطبیق کی یہ صورت بیان کی ہے کہ عمرو بن عاص نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کی واپسی کے لیے دو مرتبہ گئے تھے ..... لیکن ترجیح اس بات کو حاصل ہے کہ مسلمانوں کو واپس لانے کی کوشش صرف ایک بار ہوئی تھی اور وہ ہجرتِ حبشہ کے بعد تھی (الرحیق المختوم۔ ص ۱۶۸)

☆ ۲۰۶۔ سیرتِ ابنِ اسحاق۔ ص ۳۴۴ / سیرتُ النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۳۶۶ / تاریخِ طبری۔ حصہ اول۔ ص ۱۰۰ / المواہب اللدنیہ۔ جلد اول۔ ص ۲۳۶ / سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۸۸ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۷۰ / سیرتُ المصطفیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۴۸

☆ ۲۰۷۔ شبلی نعمانی۔ سیرتُ النبی ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۱۵۱ / الرحیق المختوم۔ ص ۱۶۴ / پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ۔ ص ۳۱۰ / فروغِ ابدیت۔ ص ۱۹۹

☆ ۲۰۸۔ عروہ بن زبیر۔ مغازی رسُولُ اللہ ﷺ۔ ص ۱۱۲ / الوفا باحوالِ المصطفیٰ ﷺ۔ ص ۲۴۳ / حیات القلوب۔ جلد دوم۔ ص ۲۹۸ / مختصر سیرت الرسول ﷺ۔ ص ۱۶۷ / ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۵۹

☆ ۲۰۹۔ ظفر حسن امروہوی۔ سیرتُ الرسول ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۳۶۹

☆ ۲۱۰۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد اول۔ ص ۵۷۹ ("تاریخ یعقوبی سیرتِ نبوی ﷺ کا ایک اہم قدیم مآخذ" از ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی)

☆ ۲۱۰۔ الف۔ پیغمبرِ انسانیت ﷺ۔ ص ۱۱۹

☆ ۲۱۱۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۸۸

☆ ۲۱۲۔ عہدِ نبوی ﷺ کا اسلامی تمدن (عبدالحیّ کتّانی کی کتاب "التراتیب الاداریہ" کا اردو ترجمہ)۔ مطبوعہ کراچی۔ جنوری ۱۹۹۱۔ ص ۳۰۶، ۳۰۷

☆ ۲۱۳۔ معین الدین ندوی، شاہ۔ تابعین۔ مطبوعہ لاہور۔ اپریل ۱۹۸۳ / سیَرُ الصحابہ۔ جلد ہفتم حصہ سیزدہم۔ تابعینِ کرام۔ مطبوعہ لاہور۔ س ن

وفدِ کُفّار کی کاوِش

☆ ۲۱۴۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۶۰

☆ ۲۱۵۔ شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبی ﷺ۔ جلد اول

☆ ۲۱۶۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۸۸

☆ ۲۱۷۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۶۸

☆ ۲۱۸۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۸۱

دربارِ نجّاشی میں حضرت جعفرؓ کی تقریر

☆ ۲۱۹۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دُوُم۔ ص ۵۸۹، ۵۹۰

☆ ۲۲۰۔ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے لکھا ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پہلے سورہ مریم اور سورۂ روم پڑھی۔ جسے سن کر نجاشی اور اس کے ساتھیوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے کہا "یہ کلامِ پاک ہمیں اور سناؤ"۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اب سورہ کہف پڑھی۔ اس موقع پر عمرو بن العاص نے نجاشی کو مشتعل کرنے کے لیے کہا: "یہ لوگ آپ کے پیغمبرؑ اور اس کی ماں کو گالیاں دیتے ہیں"۔ اس پر جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کی (مختصر سیرۃ الرسول ﷺ۔ ص ۱۲۹)

☆ ۲۲۱۔ سیرت ابنِ اسحاق۔ ص ۳۳۶ / شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبی ﷺ۔ جلد اول

☆ ۲۲۲۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۶۷

سُفَرائے قریش سے مکالمہ

☆ ۲۲۳۔ ادریس کاندھلوی، محمد۔ سیرتُ المصطفیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۵۵، ۲۵۶

تقریر میں نماز، روزے اور زکوٰۃ کا ذکر

☆ ۲۲۴۔ اُسدُ الغابہ۔ جلد دوم۔ ص ۱۳۲ (حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم) کی روایت ہے کہ حضور رسولِ کریم ﷺ حضرت جعفرؓ کو 'ابو المساکین" کہا کرتے تھے)

☆ ۲۲۵۔ اصح السیر۔ ص ۴۷

☆ ۲۲۶۔ جعفر شاہ پھلواری، محمد۔ پیغمبرِ انسانیت ﷺ۔ ص ۱۲۷۔ ۱۲۹

حبشہ کا وفد / نجاشی کا وفد

☆ ۲۲۷۔ سیرتِ ابنِ اسحاق۔ ص ۳۵۲، ۳۵۳

☆ ۲۲۸۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۷۸

☆ ۲۲۹۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۷۹، ۲۸۰ (ابنِ ہشام نے حبشہ کے بیس عیسائیوں کے وفد کی حاضری اور قبولِ اسلام کا واقعہ لکھا ہے۔ اس دوسری روایت کا ذکر نہیں کیا۔ سیرتُ النبی ﷺ کامل۔ جلد اول۔ ص ۴۳۱ / سیرتِ ابنِ ہشام۔ ص ۲۱۹)

☆ ۲۳۰۔ سیرتِ ابنِ اسحاق۔ ص ۳۵۴

☆ ۲۳۱۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۹۳

☆ ۲۳۲۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۷۹

☆ ۲۳۳۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۳۔ ص ۵۹۴

شاہِ حبشہ کا عریضہ

☆ ۲۳۴۔ حمید اللہ، ڈاکٹر۔ سیاسی وثیقہ جات۔ مجلس ترقی ادب، لاہور۔ ص ۴۹

☆ ۲۳۵۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۷۹، ۲۸۰

☆ ۲۳۶۔ رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ص ۱۲۸۔ ۱۳۰

☆ ۲۳۷۔ ایضاً۔ ص ۱۲۹، ۱۳۰ (ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے طبری اور ابنِ اسحاق کے حوالے سے یہ خط نقل کیا ہے) / محبوب رضوی، سیّد۔ مکتوباتِ نبوی ﷺ۔ ص ۱۱۰، ۱۱۱ (انھوں نے تاریخِ طبری اور سیرتِ حلبیہ سے یہ خط نقل کیا ہے لیکن لکھا ہے کہ محرم ۷ ہجری میں عمرو بن اُمیّہ ضمری نے حضورِ اکرم ﷺ کا نامۂ مبارک پیش کیا تھا، اس کے جواب میں نجاشی نے یہ خط لکھا) / ضیائُ النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳ (پیر محمد کرم شاہ نے سیرتِ ابنِ کثیر سے حضورِ اکرم ﷺ کا مکتوبِ والا اور محمد ابو زہرہ کی "خاتم النبیین ﷺ" سے نجاشی کا یہ خط درج کیا ہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ کس موقع کا ہے) / حیات القلوب۔ جلد دوم۔ ص ۳۰۰ (مُلّا محمد باقر مجلسی نے شیخ طبری اور راوندی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے عمرو بن امیّہ ضمری کے ہاتھ اپنا مکتوبِ گرامی شاہِ حبشہ کے نام بھیجا جس کا یہ جواب نجاشی نے دیا تھا۔ مجلسی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ "ماریہ قبطیہ دیگر سامان اور کچھ عیسائی علما آپ (ﷺ) کی خدمت میں بھیجے۔ یہ عیسائی مدینہ میں آکر مسلمان ہو گئے")۔ سیّد محبوب رضوی طبقاتِ ابنِ سعد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو ایک اور مکتوبِ گرامی کے ساتھ پھر حبشہ بھیجا تاکہ مہاجرین کو مدینہ واپس بلایا جائے۔ اس فرمانِ رسالت میں تحریر تھا۔ "بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ آپ پر سلامتی ہو۔ آپ نے ہمارے ساتھ حُسنِ سلوک برتا، ہمیں آپ پر پورا اعتماد ہے۔ ہم نے آپ سے جس چیز کی امید کی، وہ پوری ہوئی اور جس بات کا خوف کیا، اس سے مامون و محفوظ رہے۔ وَبِاللہِ التّوفیق"۔ (مکتوباتِ نبوی ﷺ۔ ص ۱۳۰)

نجّاشی کا بیٹا

☆ ۲۳۸۔ اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ۔ "حبشت"۔ ص ۸۶۶

☆ ۲۳۹۔ تاریخِ طبری۔ جلد اول۔ ص ۳۵۳

☆ ۲۴۰۔ ایضاً / سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ۔ جلد اول۔ ص ۲۸۱

☆ ۲۴۱۔ نقوش۔ جلد ۱۱۔ ص ۲۳۴، ۲۳۵

☆ ۲۴۲۔ نقوش۔ جلد ۳۔ ص ۵۹۵

حضرت ابو بکرؓ کا قصدِ ہجرتِ حبشہ

☆ ۲۴۳۔ شبلی نعمانی۔ سیرتُ النبی ﷺ۔ جلد اول۔ "ہجرتِ حبش ۵ نبوی"۔

☆ ۲۴۴۔ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۶۸
☆ ۲۴۵۔ ادریس کاندھلوی، محمد۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ۔ / جلد اول۔ ص ۲۶۸
☆ ۲۴۶۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۴۵

ابو موسیٰ اشعریؓ اور ان کے ساتھی

☆ ۲۴۷۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۸۱ / ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۷۳

مہاجرین کن قبائل سے تھے

☆ ۲۴۸۔ سیرتِ ابنِ اسحاق۔ ص ۳۶۱ تا ۳۶۷ / سیرتُ النبی کامل مرتبہ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۳۵۶ تا ۳۶۱ / سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۸۱ تا ۵۸۶

حبشہ میں ارتداد

☆ ۲۴۹۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۷۶
☆ ۲۵۰۔ افروغ حسن، حافظ۔ ازواجِ مطہرات۔ حصہ اول۔ لاہور۔ س ن۔ ص ۱۵۳، ۱۵۴ / سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۹۴
☆ ۲۵۱۔ سیر الصحابہ۔ جلد سوم۔ سیرِ مہاجرین۔ حصہ دوم۔ ص ۳۱۷، ۳۱۸

مہاجرینِ حبشہ کی واپسی

☆ ۲۵۲۔ سیرتِ سرورِ عالم ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۵۹۴، ۵۹۵
☆ ۲۵۳۔ ضیاءُ النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۳۷۴، ۳۷۵
☆ ۲۵۴۔ طبقاتِ ابنِ سعد۔ حصہ اول۔ ص ۲۷۶ / محمد رضا شیخ۔ محمدؐ رسولُ اللہ ﷺ۔ ص ۲۰۲
☆ ۲۵۵۔ الرحیق المختوم۔ ص ۶۰۶، ۶۰۷

"احابیش" کون تھے؟

☆ ۲۵۶۔ اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ۔ "حبشہ" (ص ۸۷۷)
☆ ۲۵۷۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۵۹۳۔ ۵۹۸ ("عہد نبوی ﷺ میں عدلیہ اور انتظامیہ" از ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ۔ اردو ترجمہ از محمود عالم قریشی)
☆ ۲۵۸۔ سیرتُ النبی ﷺ کامل۔ مرتبہ ابنِ ہشام۔ جلد اول۔ ص ۴۰۷
☆ ۲۵۹۔ عقد الفرید۔ بحوالہ ضیاءُ النبی ﷺ۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۶ (حاشیہ)

☆ ۲۶۰۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد۔ رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔ ص ۱۳۲
☆ ۲۶۱۔ امیر افضل خاں (حضورِ پاک ﷺ کا سپاہی)۔ حضورِ پاک ﷺ کا جلال و جمال۔ ناشر مصنف، ۱۹ ذیشان کالونی۔ قاب لائنز، راولپنڈی۔ اشاعت اول نومبر ۱۹۹۳۔ ص ۲۰۲، ۲۰۳
☆ ۲۶۲۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۳۔ ص ۵۹۵

ہجرتِ حبشہ کا فائدہ

☆ ۲۶۳۔ لائف آف محمدؐ ﷺ۔ بحوالہ سیرت المصطفیٰ ﷺ از محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ ص ۳۰۱، ۳۰۲
☆ ۲۶۴۔ نقوش۔ رسول ﷺ نمبر۔ جلد ۳۔ ص ۵۹۵، ۵۹۶

XXXXX

اعتذار و استغفار

سب سے پہلے محترم ضیا محمد ضیاؔ (پسرور ضلع سیالکوٹ) محترم عبدالرّحمان (اسلام آباد) اور محترم ریاض احمد مُفتی (گجرات) نے نشاندہی فرمائی کہ اپریل ۱۹۹۸ کے شمارے "نعت ہی نعت" (حصہ ہشتم) "میں کئی غلطیاں رہ گئی ہیں اور ایک آدھ غلطی، بڑی ہولناک ہے۔ ماہنامہ "نعت" کے کمپوزر، پُروف ریڈر، ایڈیٹر اور دیگر معاونین اِن غلطیوں پر بارگاہِ اُلوہیت میں استغفار کرتے ہیں اور اس تحریر کے ذریعے حرفِ اعتذار قلم بند کرتے ہیں۔ اللہ کریم جل شانہ اپنے محبوبِ کریم ﷺ کی رحمۃٌ للعالمینی کے طفیل ہمیں معاف فرمائے۔

قارئینِ مکرّم سے التماس ہے کہ ازراہِ کرم اپنے پاس موجود پرچے میں درج ذیل تصحیح فرمالیں اور ادارے کی قبولیتِ استغفار کی دعا فرمالیں:

صفحہ ۳۰ (چوتھے شعر کا دوسرا مصرع)

تری آن پر، ترے نام پر ہوں فِدا، یہ اصلِ حیات ہے

صفحہ ۵۱ (مقطع کا دوسرا مصرع)

بعدِ خالق وہ (ﷺ) سب سے برتر ہے

صفحہ ۸۸ (آٹھویں شعر کا پہلا مصرع)

درِ نبی (ﷺ) سے نہ گردرسِ آگہی لیتا

شمسی تاریخوں کی تعیین: ایک مُغالطہ

(مشہور ماہرِ فلکیات محترم ضیاء الدین لاہوری کی تصریحات)

ماہنامہ "نعت" کے شمارہ "نزولِ وحی" (جنوری ۱۹۹۸) میں آپ نے سیرت نگاروں کے حتمی تاریخیں لکھنے کے جدید رویّے کی اصلیت پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ قمری اور شمسی تاریخوں کی تطبیق کے کے بارے میں آپ تحریر کرتے ہیں کہ "سیرتِ طیّبہ کے کسی واقعے کے معیّن قمری ماہ و سال جاننے کی صورت میں یہ تو ممکن ہے کہ ہم شمسی سال کا تعیُّن کر سکیں لیکن اس سے آگے جانا یا تو محض ٹامک ٹوئیاں مارنا ہے، یا اپنے آپ کو غلط طور پر بڑا مُحقّق ثابت کرنے کی کوشش ہے کہ فلاں نے معیّن تاریخ نکال لی ہے جو متقدّمین کے بس میں نہیں تھی" (صفحہ ۱۱)۔ اس کے ثبوت میں متعدد سیرت نگاروں کی بیان کردہ تاریخوں میں اختلاف کی جو مثالیں دی گئی ہیں، ان میں تو وہ بعض جگہ شمسی سالوں پر بھی متفق دکھائی نہیں دیتے۔

آپ کا یہ تجزیہ بالکل درست ہے کہ قمری کے ساتھ شمسی تاریخیں لکھنے کی "بدعت" محض مغالطہ ہے۔ اس بحث میں آپ نے بڑے بڑے نام گنوائے ہیں۔ راقم ان میں عہدِ حاضر کی ایک اور نامور شخصیت کا اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ معروف سیرت نگار ڈاکٹر حمید اللہ آف پیرس، جنھیں حکومتِ پاکستان پندرھویں صدی ہجری تقریبات کے موقع پر سیرت نگاری میں گولڈن ایوارڈ دے چکی ہے، اس رویّے کی زندہ مثال ہیں۔ علم کی جستجو میں کئی سال قبل راقم کی اُن سے مراسلت ہُوئی تو ان کی نشان دہی پر انگریزی زبان میں ان کے تین مقالوں کا علم ہوا جو انھوں نے عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کے ضمن میں قمری اور شمسی تاریخوں کے تطابُق پر تحریر کیے تھے۔ ان میں سے اوّل دو مقالے "جرنل آف پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی" کراچی کے جنوری ۶۸ اور اکتوبر ۶۸ کے شماروں میں شائع ہوئے جب کہ تیسرا مقالہ "اسلامک ریویو" ووکنگ (برطانیہ) کے ۱۹۶۹ کے شمارہ

دوم میں طبع ہوا۔ راقم نے ان کی تحقیق سے استفادہ کی خاطر پہلے دو رسائل بڑی مشکل
سے حاصل کیے مگر سخت کوشش کے باوجود تیسرے مقالے تک رسائی حاصل نہ کر سکا' لہٰذا
صرف اوّل الذکر دو مقالوں میں اخذ کردہ ان کی تحقیق کے نتائج سے چند مثالیں پیش کرنے
کی جسارت کرتا ہے:

فاضل مقالہ نگار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک ۶۳ شمسی سال ہونے کے نظریّے کے
حامی ہیں۔ اس طرح وہ آپؐ کی تاریخِ ولادت ۱۷ جون سن ۵۶۹ھ بتاتے ہیں جب کہ بہت
سے دوسروں نے سن ۵۷۰ء یا سن ۵۷۱ء کا ذکر کرتے ہوئے موسم کے لحاظ سے بہار کے
مہینے اپریل کا تعیّن کیا ہے۔

فاضل مقالہ نگار اپنے دونوں مقالوں میں اس عہد کے تمام واقعات سے منسوب
قمری مہینوں کا تعیّن شمسی سالوں کے حجم کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کرتے ہیں۔ وہ قمری اور شمسی
تاریخوں کی زبردستی تطبیق کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ انہوں نے مقالۂ اوّل میں چند
واقعات کی تاریخوں کا تعیّن انتہائی وثوق کے ساتھ کیا ہے اور مقالۂ دُوم میں اسی جذبے اور
وثوق کے ساتھ اپنی ہی معیّن بہت سی تاریخوں کو مسترد کرتے ہوئے نئی تاریخیں تحقیق کی
ہیں۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمایئے:

ولادت

نظریۂ اول:۔ ۱۲ ربیع الاول سن ۵۳ قبل ہجری مطابق ۹ ستمبر سن ۵۶۹ عیسوی
نظریۂ دوم:۔ ایضاً" مطابق ۱۷ جون سن ۵۶۹ عیسوی

آغازِ نزولِ وحی

نظریۂ اول:۔ ۲۷ رمضان سن ۱۳ قبل ہجری مطابق ۲۸ جنوری سن ۶۱۰ عیسوی
نظریۂ دوم:۔ ۱۷ رمضان سن ۱۳ قبل ہجری مطابق ۲۲ دسمبر ۶۰۹ عیسوی

غزوۂ بدر

نظریۂ اول:۔ ۱۷ رمضان ۲ ہجری مطابق ۱۶ دسمبر ۶۲۳ عیسوی
نظریۂ دوم:۔ ایضاً" مطابق ۱۸ نومبر سن ۶۲۳ عیسوی

وصال

نظریۂ اول:۔ بارہ ربیع الاول ۱۱ ہجری مطابق ۸ جون ۶۳۲ عیسوی
نظریۂ دوم:۔ دو ربیع الاول ۱۱ ہجری مطابق ۲۵ مئی سن ۶۳۲ عیسوی

معلوم نہیں کہ تیسرے مقالے میں' جس میں موصوف کے بقول مزید نظرِ ثانی کی
گئی' کون کون سی نئی تاریخیں تعیّن کی گئی ہیں۔

مقالۂ اول میں موصوف اِس نظریّے کو اُجاگر کرتے ہیں کہ فی زمانہ سائنس دان
قمری مہینوں کی تاریخوں کی بالکل درست تقویم تیار کر سکتے ہیں لہٰذا ہمیں گزشتہ دو ہزار
سالہ تقویم کی تیاری میں یونیسکو اور فرانس و جرمنی کے علاوہ دیگر ممالک کی سائنٹفک
تنظیموں سے تعاوُن حاصل کرنا چاہیے جب کہ عملی طور پر ان کا رویّہ اِس کے برعکس
ہے۔ قمری اور شمسی تاریخوں کی محض سطحی مطابقت کے لیے تیار شدہ تقویموں کو وہ
"فرنگیوں کی تحقیق" کا نام دیتے ہیں (مراسلہ بنام راقم) جبکہ محققین کے نزدیک ایسے الفاظ
تحقیق کے مزاج کے خلاف ہیں۔ ان کے متذکرہ بالا دو رویّے ایک دوسرے کی ضد ہیں
کیونکہ صورتِ اول میں وہ انھی "فرنگیوں کی تحقیق" سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں جس کی
صورتِ دُوم میں انھوں نے تحقیر کی ہے۔ پھر جس بنیاد پر وہ گزشتہ دو ہزار سالہ قمری
تاریخوں کا تعیُّن خاص طور پر رویتِ ہلال کے اعتبار سے کرنا چاہتے ہیں' ذاتی تحقیق میں وہ
اس سے کام نہیں لیتے۔ راقم رویتِ ہلال کے موضوع سے گہری دلچسپی رکھتا ہے لہٰذا وہ
نہایت اختصار کے ساتھ اُن کی تعین کردہ صرف دو تاریخوں کا تجزیہ عالمی رصد گاہ گرین وِچ
کی مہیا کردہ معلومات کے مطابق رویتِ ہلال کے حساب سے کرتا ہے۔

۱۔ مثالِ اول میں ۱۲ ربیع الاول کو ۱۷ جون تصوّر کرنے سے یکم ماہ قمری ۶ جون ۵۶۹
کو پڑتی ہے۔ عالمی فلکیاتی رصد گاہوں کے مطابق اس مہینے کا قرانِ شمس و قمر ۳۱ مئی کو حجاز

کے معیاری وقت کے مطابق شام ۸ بج کر ۲۱ منٹ پر واقع ہُوا (جوہرِ تقویم، ص ۲۷۹)
ماہرینِ فلکیات کے تعیّن کردہ اصولوں کے مطابق اس سے اگلی شام یعنی یکم جون کو رویتِ ہلال ممکن تھی لہٰذا ۲ جون کو چاند کی یکم تاریخ قرار پائی جب کہ فاضل مقالہ نگار کے مطابق یکم تاریخ ۶ جون کو پڑتی ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے زمانے میں رویتِ ہلال ہونے یا نہ ہونے کا اسلامی تصوّر موجود نہ تھا کہ مطلع ابر آلود ہونے کے باعث اوّل روز (جب کہ وہ ماہ قمری کی ۲۹ تاریخ ہو) چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ دن پورے کیے جائیں۔ پھر بھی زیادہ سے زیادہ ایک دن کا فرق ممکن ہو سکتا ہے مگر یہاں تو چار دن کا واضح فرق موجود ہے جو اس تطابُق کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔

۲۔ مثالِ چہارم میں دو ربیع الاول کو ۲۵ مئی تصوّر کرنے سے یکم ماہ قمری ۲۴ مئی سن ۶۳۲ء کو پڑتی ہے۔ اس مہینے قرانِ شمس و قمر ۲۴ مئی کو حجاز کے معیاری وقت کے مطابق رات ۹ بج کر ۴۶ منٹ پر واقع ہوا (جوہرِ تقویم، ص ۲۸۶)۔

اس طرح رویتِ ہلال کم از کم اگلی شام ۲۵ مئی کو ممکن تھی لہٰذا ۲۶ مئی یکم ماہ قمری قرار پائی جب کہ فاضل مقالہ نگار کے حساب سے رویتِ ہلال صحیح وقت سے کم از کم دو روز پہلے ہو گئی جو قطعی ناممکن ہے۔

آئندہ شمارہ

عبدالقدیر حسرت کی حمد و نعت

ماہنامہ "نعت" کے گزشتہ شمارے

1988۔ حمدِ باری تعالیٰ۔ نعت کیا ہے؟ مدینۃُ الرّسول ﷺ (اول و دوم) اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (اول و دوم)۔ نعتِ قدسی۔ غیر مسلموں کی نعت (اول)۔ رسول ﷺ نمبروں کا تعارُف (اول)۔ میلادُ النبی ﷺ (اول، دوم، سوم)

1989۔ لاکھوں سلام (اول و دوم)۔ رسول ﷺ نمبروں کا تعارف (دوم) معراجُ النبی ﷺ (اول و دوم)۔ غیر مسلموں کی نعت (دوم) کلامِ ضیاء القادری (اول و دوم)۔ اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (سوم)۔ درود و سلام (اول، دوم، سوم)

1990۔ حسنؔ رضا بریلوی کی نعت۔ آزادؔ بیکانیری کی نعت (اول)۔ وارثیوں کی نعت۔ درود و سلام (چہارم تا ہشتم)۔ رسول ﷺ نمبروں کا تعارُف (سوم)۔ غیر مسلموں کی نعت (سوم)۔ اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (چہارم)۔ میلادُ النبی ﷺ (چہارم)

1991۔ شہیدانِ ناموسِ رسالت (اول تا پنجم)۔ غریبؔ سہارنپوری کی نعت۔ اقبالؒ کی نعت۔ فیضانِ رضاؒ۔ نعتیہ مسدّس۔ عربی ادب میں ذکرِ میلاد۔ سراپائے سرکار ﷺ (اول)۔ حضورُ ﷺ کا بچپن

1992۔ نعتیہ رباعیات۔ آزاد نعتیہ نظم۔ سیرتِ منظوم۔ نعت کے سائے میں۔ حیاتِ طیّبہ میں پیر کے دن کی اہمیت (اول، دوم و سوم)۔ آزادؔ بیکانیری کی نعت (دوم)۔ سراپائے سرکار ﷺ (دوم)۔ سفرِ سعادت منزلِ محبت (اشاعتِ خصوصی)

1993۔ ۹۲ (قطعات)۔ عربی نعت اور علّامہ نبہانیؒ۔ ستّارؔ وارثی کی نعت۔ بہزادؔ لکھنوی کی نعت۔ حضورُ ﷺ اور بچے۔ حضورُ ﷺ کے سیاہ فام رفقا۔ رسول ﷺ نمبروں کا تعارُف (چہارُم)۔ نعت ہی نعت (اول)۔ یا رسولَ اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین۔ تسخیرِ عالمین اور رحمۃٌ للعالمین ﷺ (اشاعتِ خصوصی)

1994۔ محمد حسین فقیرؔ کی نعت۔ اخترؔ الحامدی کی نعت۔ شیوؔا بریلوی اور جمیل نظرؔ کی نعت۔ بے چینؔ رجپوری کی نعت۔ دیارِ نورُ۔ تضمینیں۔ نعت ہی نعت (دوم و سوم)۔ نورٌ علیٰ نور۔ حضور ﷺ کی معاشی زندگی۔ مدینۃُ الرسول ﷺ (سوم)۔ معراجُ النبی ﷺ (سوم)

1995۔ حضور ﷺ کی عاداتِ کریمہ۔ استغاثے۔ نعت کیا ہے؟ (دوم، سوم، چہارم)۔ نعت ہی نعت (چہارم و پنجم)۔ کافیؔ کی نعت۔ انتخابِ نعت۔ خواتین کی نعت گوئی (اشاعتِ خصوصی)۔ غیر مسلموں کی نعت گوئی (اشاعتِ خصوصی)

1996۔ لطفؔ بریلوی کی نعت۔ ہجرتِ مصطفیٰ ﷺ۔ سرکار ﷺ دی سیرت (پنجابی)۔ ظہورِ قدسی۔ حضورُ ﷺ کے لیے لفظ "آپ" کا استعمال۔ مجھے اُن ﷺ سے پیار ہے۔ اٹک کے نعت گو شعرا۔ اردو نعتیہ شاعری کا انسائیکلوپیڈیا (اول و دوم --- دو خصوصی اشاعتیں)۔ نعت ہی نعت (ششم)

Monthly NAAT Lahore
CPL 106